BROWN
BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222250

UNIVERSAL
LIBRARY

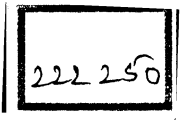
222250

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۲ - ب / ۹۱۵ د ۳۳۳ Accession No. ۱۷۵۷۸

Author مسعود حاوید مترجم 165/18

Title پرا سرار ملک

This book should be returned on or before the date last marked below.

پُراسرار ملکہ

جس میں ایک حسین ساحرہ اور ایک ملکۂ جمال
کی عبرت ناک داستان ہے جس نے چالیس
سال مشرق و مغرب کی سیاست کو اپنے
قدموں سے پامال کیا۔ جس نے ایک شاندار
قصرِ شاہی کو ایک طلسم کدہ بنا دیا تھا۔

مترجمہ

مسعود جاوید

سول ایجنٹ :۔ نیا پروانہ بکڈپو انصاری مارکیٹ دریا گنج دہلی

ناشر
رسالہ مست قلندر۔ دہلی۔
۱۶۵۴۸
دو روپے
مطبع
الہ آباد پریس۔ دہلی

پُراسرار ملکہ

14 ∂ ∂ ∧

اُن کے

نام

جنھیں آپ

چاہتے ہیں

پیش لفظ

ناول اور افسانے ہم اور آپ روزانہ پڑھتے ہیں۔ لیکن کتنے افسانے اور ناول ہیں۔ جو ہماری معلومات اور ہماری قابلیت میں اضافہ کرتے ہیں۔

اور کتنے ایسے ہیں جو ہمارے قیمتی وقت کے لئے قربان گاہ اور ہمارے ذوقِ سلیم کے لئے مقتل ثابت ہوتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ معیار کے بلند پایہ اور دل آویز افسانے اور ناول کمی کے ساتھ دستیاب ہوتے ہیں۔

اور سحر طراز ادیبوں کا اب تک اس مُلک

ہیں قیاس ہے۔

لبنان کے مشہور ادیب ڈاکٹر رشید عدنان کا قول ہے کہ

"اچھا افسانہ اور کامیاب ناول وہ ہے جس کے پڑھنے کے بعد ہمارے دل و دماغ پر کیف و سُرور کے بادل چھا جائیں۔ جو ہماری رُوح کو مست کر دے۔"

جس کے ہر لفظ میں دلکشی کا سمندر موجزن ہو، جو ہماری معلومات میں بیش قدر اضافہ کرے اور جو ہمارے ذوق سلیم کو تسکین کا پیغام دے۔

اگر کوئی افسانہ یا ناول اِس معیار کے مطابق نہیں ہے تو بہتر ہے کہ اُسے نذرِ آتش کر دیا جائے۔ یا اُسے طاقِ نسیان کے حوالے کر دیا جائے۔

ادنیٰ درجے کے ناول یا افسانے کی اشاعت سوسائٹی کا ایک عظیم تر گناہ۔ اور دنیائے ادب کا ایک سنگین جُرم ہے۔"

ادیب موصوف کی اِس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ہم کسی معمولی افسانے یا ناول کی اشاعت کو درحقیقت ایک اخلاقی گناہ سمجھتے ہیں۔

زیرِ نظر ناول "پُراسرار ملکہ" مشہور ادیب مسعود جاوید صاحب کا شاہکار ہے۔ اس ناول کے چند اجزا ہند کے مشہور ادیبوں نے پڑھے۔ اور آزادی کے ساتھ یہ رائے ظاہر کی

"کہ اپنی دلکشی، اپنی ادبی شان، اور اپنی سحر آفرینی خصوصیات کی بناء پر اسے اُردو ادب میں ایک گرانقدر اضافہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔"

یہ دلچسپ ہے۔ اس قدر دلچسپ کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

یہ ایک ادبی گلشن ہے۔ جس کے ہر حصے میں ادبی پھول نظر آتے ہیں۔

یہ فتنہ خیز ہے۔ اِس درجہ فتنہ خیز کے بڑی بڑی عبرت ناک داستانیں اِس پر قربان کی جاسکتی ہیں۔

پھر سب سے بڑی اور اہم خوبی یہ ہے کہ یہ محض سادہ فرضی کہانی نہیں۔ بلکہ ایک خلوت کدے کا راز ہے۔

ایک قصرِ شاہی کی داستانِ عبرت ہے۔ ایک ملکۂ حُسن کی داستانِ نشاط ہے۔

ایک سراپا جمال ساحرہ کی عیاریوں اور فریب کاریوں کا ہولناک مرقع ہے۔

ایک ایسی خاتون کی داستانِ حیات ہے جو اپنے حُسن وجمال کی بارگاہ کے لئے ہر روز عظیم قربانیاں طلب کرتی تھی۔ جو لوگوں کے دِلوں پر اس طرح اِقتدار حاصل کرتی تھی کہ بڑے بڑے اَربابِ فکر، بڑے بڑے مُدبّرین بڑے بڑے سپہ سالار بڑے بڑے اُس کے اشارۂ چشم وابرو پر رقص کرتے تھے۔ جو اُس کی نگاہِ کرم کا ارمان دلوں

میں لئے ہوئے رزم گاہوں اور جیل خانوں میں چلے جاتے تھے۔

کتنے ارباب عقل و بصیرت تھے۔ جو اُس کی مخمور اور پُرکیف آنکھوں کو دیکھ کر اور جو اُس کے نازک لبوں کی جنبش سے متاثر ہوکر خاک و خون میں تڑپنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اُن کے سینے گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ اُن کی گردنیں تلواروں کی امتحان گاہ بن گئیں لیکن خلوت کدے کا راز بے نقاب نہ ہوسکا۔

فاضل ناول نگار نے بڑی قابلیت کے ساتھ اِس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ :-

ایک پیکرِ حُسن، ایک مجسّمہ جمال اگر صحیح راستہ اختیار کرے تو وہ دُنیا کے لئے رحمت ہے۔

اس کی آغوش امن و سکون کا مرکز ہے، بے قرار روحوں کے لئے تسکین ہے۔ اور اگر کوئی ملکۂ حُسن غلط

راستہ اختیار کرے۔ تو بلاشبہ وہ دُنیا کے لئے ایک فتنۂ عظیم ہے۔

ایک زہر قاتل ہے۔ سوسائٹی کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے۔

اور بیشک انسانی آبادی کے لئے وہ زہریلی ناگن ہے۔

ہے۔ ایس۔ جوہر

مدیر۔ مست قلندر دہلی

پُراسرار ملکہ

(۱)

حسن و محبت، معصومیت و خوں آشامی اور خلوص و ہوس پرستی کی اس سنسنی خیز داستان کا آغاز ۲۳ مئی ۱۷۶۵ء سے ہوتا ہے۔ صبح کا وقت تھا اور روس کی مطلق العنان حسین ملکہ زارینہ ابھی اپنی مسطر وزرکار مسہری پر بیدار بیٹھی ہوئی تھی کہ یکایک روسی فوج کا افسر اعلیٰ آرلوف داخل ہوا اور بولا "محافظ سپاہیوں کی ایک نئی سازش کا انکشاف ہوا ہے"

زارینہ کیتھرائن دوئم ایک شوخ ہرنی کی طرح تڑپ کر مسہری سے اٹھی اور اپنے محبوب آرلوف کی شاندار فوجی وردی کا زردوز گریبان پکڑتے ہوئے بولی "اور تم نے ابھی گرفتار نہیں کیا؟" اس کی آواز میں ایک شیریں برہمی کی کیفیت سمائی تھی۔

"وہ سب آپکے قبضہ میں ہیں زارینہ!" آرلوف نے اپنی محبوبہ ملکہ کی طرف مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ بے اختیار ملکہ کے لبوں پر ایک دلفریب ہنسی پیدا ہوئی اور اس کے گوہریں دانتوں

کی تابناک تلوار چمک اٹھیں۔ اُس نے ایک حسین شفاف لبادہ اپنے شاداب و نوجوان جسم کی رعنائیوں پر ڈال لیا اور پوری قوت کے ساتھ اپنے مقتدر پرستاروں کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی بجائی۔ آرتھو کی موجودگی کو بالکل فراموش کرتے ہوئے وہ اپنی خواب گاہ میں اِدھر اُدھر بے لطف قدم رکھتی ہوئی ٹہلنے لگی۔ اُس کے متناسب بازو اس کے مرمریں سینے پر ایک صلیب کی شکل میں والبستہ تھے اور خواب گاہ میں اُس کی یہ تیز خرامی رہ رہ کر بجلی کے کوند جانے کا منظر پیش کر رہی تھی۔ چند ہی منٹ میں شہزادی واتخو۔ نواب پاٹن۔ پرلوی کونسلر نیفلو اور لفٹننٹ جنرل خاتمیر کرسے میں جمع ہو گئے۔

ان سب کے بعد ملکہ کی خواب گاہ میں میلن داخل ہوئی۔ یہ حسین جنگجو عورت روس کی طویل سلک رجمنٹ میں کرنیل کے عہدے پر فائز تھی۔ اس وقت وہ اپنے سبز فوجی اوور کوٹ میں ملبوس تھی اُس کا مشاق نما فوجی بیلٹ ایک مخصوص باغیانہ ادا کے ساتھ اس کی پیشانی پر آگے جھکا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں گھوڑے کا ایک چابک تھا۔ ملکہ سب سے پہلے اسی کی جانب متوجہ ہوئی۔

"اپنے رہوار کی پشت پر جلد سوار ہو جاؤ عزیز میلن" زارینہ نے ایک شدید خدشہ میں مبتلا ہو کر کہا۔ "اپنے سپاہیوں میں سے ہر ایک قسم کے کارتوس تقسیم کرو اور اپنے رسالہ کو لے کر یہاں آجاؤ تاکہ محافظ سپاہیوں کی جگہ لے سکو ـــــ جلدی کرو ـــ!"

حسین و جمیل کرنل میلن نے ادب سے فوجی سلام کیا اور ملکہ کی خواب گاہ سے عجلت تمام روانہ ہو گئی۔

"میں محافظ سپاہیوں کی یہ دوسری سازش ہے" ملکہ زارینہ بولی۔ "میں پوچھتی ہوں کیا میرے خلاف سازشوں کا کبھی اختتام نہ ہوگا؟ ـــ آخر یہ لوگ چاہتے کیا ہیں۔؟ یہ کیوں متعدد ہوشیار باختہ ہو گئے ہیں کہ میری حکومت کے فولادی پنجوں کے نیچے خود کو اس طرح دیوانہ وار پھینکتے ہیں جیسے کسی دیوی کے پجاری اپنی دیوی کے رتھ کے نیچے اپنے جسموں کو ڈال دیتے

ہیں؟ مجھے مجبوراً آپ سب کو کچل دینا ہوگا۔ لیکن میں خونریزی نہیں چاہتی۔ میری راجدھانی میں گذشتہ ۲۲ سال سے کوئی تختہ دار نصب نہیں کیا گیا لیکن اب میں لوگوں کے سامنے ایک خوفناک مثال پیش کروں گی۔ نواب پاتن! تم فوراً محافظ سپاہیوں کی قیام گاہ پر پہنچو اور ان گمراہ لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ تم جاؤ اور فوراً کونسل کا اجلاس طلب کرو۔

جنرل واغمیر! تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنے سپاہیوں کو شاہی محل کی طرف آنے والی سڑکوں پر تعینات کر دو۔ اور آرکو! تم شہر کے مرکزی مقامات پر اپنا توپ خانہ نصب کر دو۔"

یہ الفاظ ادا کرتے وقت اُس نے کھلی ہوئی کھڑکی میں سے شہر کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ موجودہ تمام لوگوں نے سر تسلیم خم کیا۔ اور مملکت روس کی مطلق العنان حاکم کے احکام کی تعمیل کے لئے تیزی سے روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد ہی محافظ سپاہیوں کے ایک وفد نے جو اس وقت محل کے اندرونی حصے پر تھے ملکہ کے حضور میں باریابی کی اجازت طلب کی۔ اگرچہ اس اقدام سے زارینہ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ لیکن اس نے پھر بھی نہایت ترش گفتاری اور پندار و غرور کے ساتھ ان کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور یہ وفد جو کہ چار افسروں اور دو سپاہیوں پر مشتمل تھا زارینہ کے حضور میں پہنچ کر ایک قطار میں استادہ ہو گیا۔

زارینہ نہایت مطمئن و سست رفتاری کے ساتھ اس وفد کی قطار کے سرے سے دوسرے سرے تک گھومتی چلی گئی اور ان میں سے ہر ایک شخص کا بہت تیز نظر سے جائزہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنی سنگار میز کے قریب پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ میز اس کی پشت کی طرف تھی اور جس پر پیچھے اُس کے وہ دونوں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔

"تم لوگ کس کے نمائندے ہو؟" ملکہ زارینہ نے ایک جلال انگیز حسن کے ساتھ پوچھا

"ہم اپنے رسالہ کے" وفد میں سے ایک نے جواب دیا۔

"تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"ہم اپنے ساتھیوں کے لئے انصاف طلب کرتے ہیں۔"

"تم لوگ رحم کی درخواست کرتے ہو"

"نہیں انصاف کا مطالبہ!"

"تو پھر انصاف ہی کیا جائے گا" ملکہ نے غیض و غضب سے سرخ ہو کر بلند آواز میں کہا اور اس انصاف میں تم بھی شامل ہو گے! اگر آئندہ کوئی اور سازش کی گئی تو میں تمہارے پورے رسالہ کا خاتمہ کر دوں گی۔"

"بشرطیکہ آپ کو ایسا کرنے کی ہمت ہو!" ایک نوجوان افسر نے جو کہ دستہ کا قائد تھا بلند آواز سے کہا۔

"تم خود دیکھ لو گے کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔ خدا حافظ!" زارینہ نے کہا اور دستہ کی طرف سے پشت بدل کر کھڑکی کے پاس چلی گئی۔ "جاؤ!"

محافظ سپاہیوں نے کوئی حرکت و جنبش نہ کی ——— "جاؤ!" زارینہ نے غیض میں ان کو پھر حکم دیا۔

"ہم نہیں جائیں گے! ——— ہمارے ساتھیوں کو آزاد کیا جائے۔!" وہ سب ایک آواز ہو کر چلائے ——— "ان کو رہا کر دیجئے" نوجوان افسر نے سختی کے ساتھ زارینہ کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ شہزادی واشتھ نے اس کو پیچھے ہٹا دیا۔ اسی وقت دور سے طوبا اسکوئر رجمنٹ کے بینڈ کی آواز سنائی دی اور جینگو جینیون کی کھنی سرخ چوٹی نظر آئی۔

"میں ان کو رہا نہیں کروں گی" زارینہ نے سرد مہری سے جواب دیا۔ باغیوں کو فرار واقعی سزا دی جائیگی۔ رہا تم لوگوں کی بابت تو تم کان کھول کر سن لو کہ ہر شخص جو باغیوں کی پشت پناہی کرے گا خود ایک باغی قرار دیا جائے گا۔"

وہ تیزی سے قدم بڑھا کر نوجوان افسر کے پاس آئی اور اس کی تلوار نیام میں سے نکال لی۔

"تم میرے قیدی ہو اور تم ....." وہ دوسرے لوگوں سے شاہانہ جلال کے ساتھ مخاطب ہو کر بولی "تم اپنی مرضی سے ہتھیار ڈال دو دیکھو تو اب تم سب میری قوت کے شکنجے میں بالکل بے بس ہو۔"

کمرے کے فرش پر بندوقوں کے دستے کھڑکھڑاتے ہوئے گرے اور سب بندوقیں زمین پر آ رہیں۔ اسی وقت دروازے میں مسلح نمودار ہوئی۔ اس کے سپاہیوں نے محل کے ہر ایک دروازے پر قبضہ جما لیا تھا۔ اپنے محافظ سپاہیوں کے اس نمائندہ وفد کے اراکین نے خاموشی سے سر جھکائے ہوئے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا اور ان کو وہاں سے باہر لے جایا گیا۔ شہر میں چاروں طرف فوجی تسلط جم چکا تھا اور محافظ سپاہیوں نے ہتھیار ڈال کر اپنے مجرم ساتھیوں کے لئے رحم کی درخواست کی ——— "ان لوگوں کے سامنے ایک خوفناک مثال پیش کرنا ہے مجھے۔" زارینہ بولی۔

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں ایسا کروں گی" ——— یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آستین اوپر اٹھائی اور اپنے بازو پر اس نمایاں نشان کو دیکھا جو کہ باغی نوجوان افسر کی سخت و بے رحمانہ گرفت نے پیدا کر دیا تھا۔ "میں ان کے نشانوں سے ان کے سر گرتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"آپ نے آج تک اپنی ہر ایک آرزو کو پورا کیا لیکن آج پہلی مرتبہ آپ کو اپنی پیاس بجھانے سے معذور ہونا پڑے گا۔" ارکو نے جواب دیا۔ "آپ جو کچھ چاہتی ہیں ان پر عمل کرنے کی جرأت آپ نہیں کر سکتیں۔ ان باغیوں کو علی الاعلان جلاد کے سپرد کر دینا خود ہمارے لئے تباہ کن خطرات کا حامل ہو سکتا ہے۔"

"کیا ہم اس قدر کمزور ہیں؟" زارینہ بولی

"یقیناً بہت کمزور ——— اپانن نے جواب دیا۔" اور جب تک شہزادہ ایوان زندہ ہے ہم اسی طرح کمزور رہیں گے۔ محافظ سپاہیوں کو بتایا گیا تھا کہ ایوان ہی روس کا حقیقی و جائز شہنشاہ ہے۔"

"یہ کس نے بتایا اُن کو؟" زرّیجہ نے پوچھا۔

"مذہبی رہنماؤں نے ـــــ جو آپ پر اعتماد نہیں کرتے اور آپ کی نافذ کردہ اصلاحات میں اپنی بے عزتی و اہانت محسوس کرتے ہیں۔"

"تو صرف اس وجہ سے ان باغیوں کو بغیر سزا دیئے ہوئے چھوڑ دینا معقول و مناسب ہوگا؟" شہزادی دانشمند نے پوچھا۔

"ان کو مرنا ہی پڑے گا۔" ملکہ غضبناک آنکھوں کو چمکاتے ہوئے زور دار آواز میں بولی۔

"جاؤ ان سب کو اندھیرے تہ خانوں میں بند کر دو ـــــ غذا اور پانی سے محروم ـــــ اور لکھتی اسٹرسٹر کو مرنے دو۔"

غیض آلود قدموں کے ساتھ وہ کمرے میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگی اور اس عالم میں حسین ملکہ کا نوخیز و پُرشباب سینہ عُریاں ہو کر اپنے پرستاروں کے صبر و تحمل کو اتنی ہی بے رحمی سے دعوتِ نظر دے رہا تھا جتنی سفاکی کے ساتھ ملکہ کے یاقوتی لبوں نے باغیوں کے لئے حکمِ موت صادر کر دیا تھا۔

"فوجی دستوں کو محل میں اور سپاہیوں کو جمع کر دو اور شام تک ان کو مکمل طور پر مسلح و تیار رہنا چاہیئے۔ میں گھوڑے کی پشت پر عوام کے سامنے ظاہر ہونا چاہتی ہوں ـــ اچھا اب مجھے جا کر لباس تبدیل کرنا ہے ـــــ" وہ ایک دلربا یانہ ادا سے بولی۔ "خدا حافظ"

کمرے میں اب صرف زرّیجہ اور شہزادی دانشمند باقی تھیں۔ اگر ایک طرف فرانس کے مشہور ادیب و فلسفی وآلٹیئر نے ملکہ کو زرّیجہ اعظم کے الفاظ سے یاد کیا ہے تو دوسری طرف زرّیجہ کے درباریوں نے شہزادی دانشمند کو بطور مذاق چھوٹی زرّیجہ کا خطاب دیا تھا۔

یہ زمانہ ملکہ کے حسن و شباب کی مکمل بہار کا زمانہ تھا۔ اس کا جسم درمیانہ قامت اور انتہائی ممکن متناسب و متوازن ساخت کا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے حسن و جاذبیت کے تمام عناصر کو یوں بیدردی سے اس کے شاداب جسم پر صرف کر دیا ہے۔ اور اس کو صرف دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ فانی انسان کی آنکھیں غیر فانی دیوی دیوتاؤں کے حسن کا ایک نامکمل

سا اندازہ لگا سکیں۔ شب خوابی کا لباس جو لاپرواہی سے منتشر ہو کر ملکہ کو اور بھی قیامت بنا رہا تھا اور دیکھنے والی نظر اگر ہمت کرے کہ اس کے چھوٹے چھوٹے نازک قدموں سے لے کر کیف کے کانپتی ہوئی آگے بڑھتی تو اس کے حسین ترین ہاتھوں کی مرمریں صباحت سے ٹکراتی ہوئی اس کے صبر و شکن تو خیز سینہ تک پہنچ کر بیدم ہو جاتی تھی۔

تفنج اور منافقت میں زار نیہ ایک ماہر فن کی حیثیت رکھتی تھی تو دوسری طرف اس کے دماغ کی صلاحیتوں کا یہ تقاضہ تھا کہ وہ ایک بلند مرتبہ خاتون ہے جو حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اس کا چہرہ بتاتا تھا کہ ایک بڑی حد تک وہ خود بینی پرست ہے اور خود اپنے حسن کی چمک دمک سے دلچسپی لینا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس کی بلند شاندار پیشانی۔ اس کے پُر قوت غیض آلود ابرو۔ اس کی خوبصورت نراشیدہ ناک اور پھیلے ہوئے نتھنے۔ اس کے شیریں تین اور قدرے گداز ہونٹ۔ اس کے حسین دہن کی تمکنت سانت۔ اتنی تنگ کہ جی بھر کر پیار بھی نہ کیا جا سکے! اس کی شجاعت انگیز خوبصورت گردن۔ اس کے خانم نیرو کی طرح چھوٹے چھوٹے کان۔ اس کے بھیگے گھنے اور ہلکی سُرخی مائل خشک بال جو شانے کی گرفت میں اس طرح سرسراتے اور چمکتے تھے جیسے کسی چھوٹی سی گھٹا میں بجلیاں کوندتی ہوں یہ تمام چیزیں زبان حال سے پکار پکار کر کہتی تھیں کہ اس عورت کو قوت اور عیاشی کی ایک کبھی نہ مٹنے والی پیاس ہے لیکن اس کے ساتھ ہی قدرت نے اس کو وہ بھی صلاحیت عطا کی ہے جو دوسروں کی رہنمائی کرنے۔ حکومت کرنے اور عیش کوشیوں کے لئے ضروری ہے۔ اور وہ ایک ایسی عجیب قوت ارادی کی بھی مالک ہے جس پر دشواریاں اور مشکلات صرف ایک تازیانے کا ہی کام کر سکتی ہیں۔ بایں ہمہ وہ تدبر و عیاری سے خالی نہیں اور اس لئے اگر مشکلات کو قدموں کے نیچے کچل ڈالنا ممکن نہ ہو سکے تو ان سے پہلو بچا کر صاف نکل جانے کی تدبیریں بھی وہ خوب سوچ سکتی ہے۔

اس کی فطرت میں "جذبات" کا کوئی نشان نہ تھا اور نہ بے رحمی و سفاکی کا۔

اپنے مقاصد کو جلد اور مکمل طور پر حاصل کرنے کے لئے اس کو کسی بھی تدبیر و ذریعہ سے پرہیز نہ ہوتا تھا اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے دشمنوں کے خون کا دریا بہا کر اس میں تیرتی ہوئی پار اُترنے کو تیار رہتی تھی لیکن وہ کسی کو خواہ مخواہ ستانا نہیں جانتی تھی اور اس کے چہرے پر ایک شائستہ انسانیت و نرم دلی کے نقوش نظر آتے تھے ——— وہ نرم دلی جو ایک شیر ایک چوہے کے ساتھ برت سکتا ہے

ایک مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے وہ انتہائی خطرناک قسم کی ملکہ تھی۔ وہ جس جگہ سانس لیتی ایک ہوس کوش و عیش آلود فضا میں پیدا کر دیتی تھی ——— اور اس عالم میں وہ کونسا زانو تھا جو خود بہی بے اختیار اُس کے حضور میں خم نہ ہو جاتا ہو ——— وہ کونسی گردن تھی جو خود اپنی خوشی سے اس کی غلامی کا طوق نہ پہن لیتی ہو۔

شہزادی وانشنجو بہت سی باتوں میں زارینہ کی بالکل ضد تھی۔ وہ ایک کمزور صحت کی تیز دماغ و عقل مند عورت تھی ——— اس کی حرکات و سکنات مضطربانہ اور چہرہ چھوٹا زرد اور حساس قسم کا تھا۔ جس پر بیک وقت ذہانت۔ تلون پسندی اور دلکشی و جاذبیت نمایاں نظر آتی تھی۔

یہ دونوں عورتیں کافی دیر تک خاموش بیٹھی رہیں۔ یکایک دونوں نے نظر اُٹھا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ جیسے دونوں ایک ساتھ ہی ایک دوسرے کے خیالات کو سمجھ گئی ہوں۔

"تو کیا لباس بدل لیا جائے شہزادی؟" زارینہ نے اپنے بالوں کو منتشر کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں" شہزادی وانشنجو نے اچانک کہا۔

"ہمیں کچھ باتیں کرنا ہیں" ——— یہ کہہ کر شہزادی تیزی سے اُٹھ کر اُس دروازے تک گئی۔ جو کہ محقہ کمرے میں کھلتا تھا۔ دروازے کو کھولا۔ باہر کی طرف دیکھا اور

دوبارہ بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ ملکہ کے قدموں میں ایک نیچے اسٹول پر بیٹھ گئی۔ اور آہستہ آواز میں بولی ۔ "ایوان کو مرنا پڑے گا!"

ہاں ۔ اس کا مرنا ضروری ہے" ملکہ نے ایک یاس انگیز لہجہ میں کہا اور اپنی ٹھوڑی کو اپنے بازو پر ایسے غمناک انداز میں رکھ لیا جیسے محبت کی ماری کوئی دوشیزہ کسی الم انگیز یاد میں محو ہو گئی ہو ——— "آپ کے لئے ضروری ہے کہ کسی چیز کو اپنے راستہ میں حائل ہونے کی اجازت نہ دیں" شہزادی والکھونسکی پر خلوص اصرار کے لہجہ میں کہا "ہر آنیوالا دن نئے خطرات اور مشورا یاں لاتا ہے۔ آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ ایوان کو راستے سے ہٹا دیں اور یہی آپکا فرض بھی ہے۔ کیونکہ آپ کا راستہ بلندی کی طرف جاتا ہے۔ آپ چند عظیم انسانی نظریات و خیالات کو عملی شکل دینے کی کوشش کر رہی ہیں اور یقیناً ان بلند نظریات کے مفاد کیواسطے اس احمق نوجوان ایوان کو قربان کرنا پڑے گا ۔ ایوان کا مرنا ضروری ہے۔"

"دنیا بھر میں تم ہی وہ انسان ہو جس پر میں پوری طرح اعتماد کر سکتی ہوں ۔ میری دوست زارینہ نے کہنا شروع کیا۔

"نہیں ۔ آپ کا کوئی دوست نہیں" ۔ شہزادی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے دوستوں کو بھی اپنے مقصد کے لئے اسی طرح کا آلہ کار بناتی ہیں جس طرح اپنے دشمنوں کو ——— پھر ایسا کرنے میں آپ حق بجانب بھی ہیں ۔ ——— میں بھی تو آپ کی آلہ کار ہی ہوں لیکن آپ مجھے حقیقی ہمدردی کی مضبوط زنجیروں سے باندھ کر اپنی طرف کھینچ رہی ہیں ۔ میں عالم انسانیت سے محبت کرتی ہوں ۔ اور جب تک آپ کے ہاتھوں میں عنان حکومت ہے انسانیت اور وطن دونوں کے مفاد کی خدمت آپ کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اور آپ ہی اس مفاد کی حفاظت کر سکتی ہیں۔"

"میں ایسا ہی کرنا چاہتی ہوں" ۔ زارینہ نے جواب دیا۔ "لیکن میں ایسا کہہ سکونگی یا

اس کا فیصلہ مستقبل اور تاریخ ہی کے ہاتھوں ہوگا۔

فرانسیسی فلسفیوں نے اس عظیم حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ انسان آزادی کے لئے پیدا ہوا ہے لیکن وہ صرف تعلیم کے ذریعے ہی آزاد ہو سکتا ہے میں اس زبردست تلمرو پر حکومت کرتی ہوں اور اس تلمرو میں مجھے تہذیب و شائستگی اور آزادی کو کچل دینا پڑے تو مجھے ذرا بھی فکر نہیں کہ میں ایسا کرنے میں کوئی پس و پیش کروں گی۔ اس حکومت و سلطنت میں میرے ارادہ پر کوئی حد بندی نہیں اور میں ایک سکندر ثانی کی طرح یہاں غیر مشروط حکم چلاتی ہوں۔ ایک نیرو کی طرح میں اپنی ہر ایک خواہش سے لغو خواہش کی تسکین کر سکتی ہوں اور ایک فلسفی کی طرح انسانی فلاح کے لئے کام کر سکتی ہوں۔ حال میرا ہے اور صرف میرا ——— مستقبل کو میں بغیر کسی شکایت کے اپنی رعایا کو دے سکتی ہوں اپنے عوام کے حوالے کر سکتی ہوں۔ یقین کرو کہ روئے زمین کے ہم جیسے بڑے بڑے انسانوں کے گناہ تو عوام ضرور معاف کر دیتے ہیں۔ لیکن ہماری کمزوریوں کو ہرگز معاف نہیں کرتے۔ پھر کیا میرے منصوبے اس قدر بلند اور اس درجہ انسانی مفاد کے حامل نہیں کہ ان پر چند انسانوں کے احمق سر قربان نہ کئے جا سکیں۔ اور انکی خاطر چند بے رحمیاں قابل معافی نہ سمجھی جا سکیں؟"

آپ کی حکمت عملی نے تمام یورپ کو متحیر کر دیا ہے۔" شہزادی داشکوف نے جواب دیا۔ "فرانس اور جرمنی دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ان کو دھوکا دیا ہے۔ کیونکہ آپ نپولین اعظم کے شاہانہ لبادہ کو چرا رہی ہیں۔ کیتھولک حکومتیں دیکھ رہی ہیں۔ اور حیرت سے چپ ہیں کہ آپ نے کھلم کھلا پوپ لیو کے مذہبی باغیوں کی حفاظت اور پوپ لیو کے بیچین خطرت کے لوگوں کو ایک ایسا بادشاہ عطا کیا جو آپکا غلام ہے۔"

"ہمت بھی سب کچھ ہے شہزادی! اور میری فطرت میں وہ ہمت موجود ہے جو بہادرانہ حکمت عملی والے افعال کو جنم دیتی ہے۔ میں بغیر کسی لحاظ اور بغیر کسی

رحم و ترحم کے اپنے راستے پر آگے بڑھنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ روس کو ایک عظیم سلطنت بنا دوں چنانچہ اس وقت میری فوجیں سویڈن، پولینڈ ترکی اور ایشیا پر بیک وقت منڈلا رہی ہیں۔ میں ترکوں کو یورپ سے نکال باہر کروں گی۔ پولینڈ کو تقسیم کر دونگی ۔ اور میرے عوام اپنی موجودہ وحشیانہ حالت سے آزاد ہو کر بلندیوں کی طرف اٹھیں گے ۔ بڑی بڑی اصلاحات پہلے ہی شروع ہو چکی ہیں ۔ مذہبی رواداری دنیا کے ہر ملک سے زیادہ میرے ملک میں پائی جاتی ہے ۔ تجارت کو دن رات فروغ حاصل ہو رہا ہے ۔ دنیا میں کون حکمران ایسا ہوا ہے جس نے کسی سیاسی انقلاب سے مجبور ہوئے بغیر اپنی رعایا کے لئے اپنی خوشی سے ایسے عظیم فلاح و بہبودی کے کام کئے ہوں جیسے کہ میں نے کئے ہیں ؟ ۔ میں ایسا کرتی ہوں صرف اس لئے کہ مجھے ہر کام کرنے کا اختیار ہے ۔ اور اس طرح مجھے حکمرانی کا حق جائز طور پر مل جاتا ہے ۔ میں نے اپنے شوہر کے سر سے شاہی تاج اتار لیا اور اس کو موت کے منہ میں جھونک دیا صرف اس لئے کہ مجھے اس سے محبت نہ تھی اور میں حکومت کرنا چاہتی تھی ۔ وہ حکومت کر ہی نہیں سکتا تھا اور اگر اس نے اپنی مرضی سے تاج و تخت میرے حوالے کر دیا ہوتا تب بھی اس کو زندہ نہ چھوڑتی ۔ میں حکومت کرنے کی غرض سے خون بہانے پر مجبور تھی اور میں نے خون بہایا ۔ آج مجھے اگر پھر ایسا ہی کرنا پڑے تو پس و پیش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مجھے حکومت کرنے کا حق ہے اور میں حکومت کروں گی ۔"

شہزادی نے ایک معنی خیز نظر ملکہ کی طرف ڈالی ۔ ملکہ زارینہ نے اس کو فوراً محسوس کیا اور بولی ۔ "غالباً تمہارا یہ خیال ہے کہ مجھے اپنی موجودہ حالت اور قوت کا صحیح اندازہ نہیں ہے میں نے آج تک بڑی ہنرمندی سے کام کرتے ہوئے آرتو اور پانچی کی جماعتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ دست بگریباں رکھا ہے ۔ اور اس طرح دونوں کو اپنے

واسطے مفید بنایا ہے۔ گویا میں نے اپنے مجرم ساتھیوں کو اپنی فتح یابی کی گاڑی میں پہیے بنا کر استعمال کیا ہے۔ جس حکیم نے باپ کو زہر دیا ہو اس کو بیٹے کا معالج بنانا پُر لطف بات نہیں ؟"

"اپنے بیٹے کا — ولیعہد کا!" شہزادی نے کہا۔

ملکہ کے شانوں میں ایک ہلکی سی تھرتھری پیدا ہوئی اور غائب ہو گئی۔ وہ بولی — میں نے اپنے عاشق کو بھی اپنا غلام بنا لیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہر ایک نیا دن خطرات کی نئی علامات لے کر آتا ہے۔ جب میں اپنے شاہی ارغوانی قاتم کے لباس میں ایک عام جلوس کے ساتھ ماسکو میں داخل ہوئی تو کیا ایک بھی خوشی کا نعرہ کہیں میرے خیر مقدم میں سُنا گیا تھا؟ لوگ سڑکوں پر عالم حیرت میں استادہ تھے اور شاہی جلوس کو بے دلوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ محافظ سپاہیوں کو شرمندگی ہے کہ انہوں نے کیوں اپنے شہنشاہ کو ختم کرنے میں میرا ساتھ دیا اور یہ مذہبی رہنما جو اونچے عہدوں کے بھوکے ہیں اور بُرج کے ساتھ میں اپنے وطن کے مخصوص ہتھیاروں سے جنگ کر رہی ہیں میری مخالفت میں آواز اُٹھاتے ہیں اور میرے سامنے اس احمق شہزادہ الیوان کو ایک بھوت بنا کر اس طرح توڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ میں خوف زدہ ہو کر بھاگ جاؤں لیکن ان کے اس بھوت کے جسم میں شریانیں ہیں اور ان شریانوں میں خون بھی موجود ہے — اور یہ خون مجھے اپنی خواہش کے خلاف بہانا ہی پڑیگا!"

"لیکن کس طرح؟" شہزادی نے دلفریب سادگی سے پوچھا "آخر کیسے؟"

"کس طرح!" نارنیہ سوچتی ہوئی بولی — "بیشک سوال یہی ہے کہ کس طرح جب میرے شاہی دامن پر معمولی ساخون کا دھبہ بھی بہت زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے یقیناً مجھے اب اور خون نہ بہانا چاہئے" ——— لیکن کیا خون بہانا ضروری ہے؟"

کمسن شہزادی نے ہنس کر اپنی ملکہ کے دامن سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "آپ اس کو مانا ہی چاہیں تو محبت و مہربانی کے ذریعہ زیادہ آسانی سے ہلاک کر سکتی ہیں اور اس طرح کوئی سنسنی بھی نہ پھیلے گی۔"

"کیا واقعی تمہارا یہی خیال ہے ——— ؟ لیکن ارے ہاں تم اس قدر زرد رو کیوں نظر آرہی ہو؟ کیا اپنے محبوب جنرل کی جدائی میں یہ حالت بنا رکھی ہے تم نے؟ پولینڈ میں اس کا رہنا تو بہت گراں گذرتا ہوگا تمہارے دل پر؟ ——— اگر کہو تو تمہارے شوہر کو رخصت سولا کے بلا لوں؟"

"خدارا ایسا نہ کیجئے" شہزادی واشنخو نے عجلت سے کہا۔ "آپ نے تو خوف زدہ کر دیا مجھے؟"

زارینہ نے قہقہہ لگایا اور اپنا بازو اس کی گردن میں ڈال دیا۔ شہزادی نے اوپر محبت بھری نظر اٹھائی تو زارینہ نے پوچھا۔ "کہو کیا پاتن ابھی تک تمہاری نفسوں کے جال میں بری طرح جکڑا ہوا ہے؟"

"وہ میرے ساتھ رہتا ہے۔"

"بہت خوب! لیکن دیکھو شہزادی تمہیں پوری طرح اطمینان کر لینا چاہئے۔ اور اب اس کو اس جال سے چھوٹنے نہ دینا چاہئے۔ تمہیں لازم ہے کہ اس کی سخت نگرانی کرو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بڈھا عیاش نواب میرے بیٹے کو تخت پر بٹھلانا چاہے تاکہ خود اس کا نگراں و محافظ بن کر حکومت کر سکے اس کو اپنی نظر میں رکھو اور ——— اپنے جال میں بھی!"

"آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں" شہزادی نے جواب دیا ——— ملکہ اٹھی اور خاموشی کے ساتھ کھڑکی کے پاس کھڑی ہو گئی۔

"لیکن کچھ لمحات ایسے بھی آتے ہیں" وہ کچھ دیر توقف کے بعد بولی "جن ایسے لمحات بھی آہی جاتے ہیں کہ جب حکومت کرنے سے مجھے رنج و غم اور تھکاوٹ ہونے لگتی ہے"

شہزادی نے کچھ جواب نہ دیا۔

"لیکن سب سے زیادہ بُری بات یہ ہے۔ کہ آرام سے اب میں اُکتا گئی ہوں۔"

"چھوٹی زارینہ" نے زارینہ اعظم کی طرف حیرت سے دیکھا اور ایک دلچسپ شرارت آمیز تبسم اس کے لبوں پر کھیلنے لگا۔

"اچھا اب ہم لباس تبدیل کریں گے" زارینہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر ہم دونوں سیر کو جائیں گے اور میں رعایا کو اپنا درشن دوں گی! ۔ میری وفادار رعایا؟" ——— یہ کہا اور پھر ہنس پڑی۔

(۲)

زارینہ اپنے موسم گرما کے محل میں ایک دربارِ عام کر رہی تھی جہاں دُنیا کے دو چوتھائی حصّوں سے عجیب عجیب صورت و شکل کے لوگ آکر جمع ہوئے تھے۔ اگر ایک طرف علاقہ نوگرود کا ایک تنومند سوداگر اپنی گنجان داڑھی اور اپنے موٹے موٹے کانوں کی موٹی موٹی سونے کی بالیوں کے ساتھ نظر آتا تھا تو اُس کے قریب ہی دُبلا پتلا اور سنجیدہ شکل تاتاری بھی اپنے برنجی خط و خال اور لمبی سیاہ مونچھوں کے ساتھ موجود تھا۔ اگر ایک سخت قزاقستان کا کوئی باشندہ اپنے شریف چہرے اور شجاعت انگیز آنکھیں لئے ہوئے استادہ تھا تو اُس کے پہلو میں ہی ایک چینی قسم کا زرد چہرہ اور صاف اور چکنا سر بھی چمکتا نظر آتا تھا غلام، طاقتور سردار، سپاہی، مذہبی رہنما، یہودی، عیسائی ——— دربار کا کمرہ انسانی شکلوں کا ایک عجائب گھر بنا ہوا تھا۔

اور ان سب کے درمیان ایک متناسب جسم کا تندرست نوجوان افسر استادہ تھا جس کا زرد چہرہ شاعروں کی طرح خوابوں کی بازی گاہ اور جس کی بڑی آنکھیں ایک مذہبی جنوں زدہ انسان کی طرح پُرسکون تھی ——— "لفٹننٹ میروش عہدیدار رسالہ اسمولنسک" شاہی چوبدار نے چلّا کر پکارا اور چند منٹ کے بعد ہی اس نوجوان افسر کو ملکہ کے حضور میں

پہونچا دیا گیا۔

ملکہ ایک حسین لباس میں ملبوس تھی جس پر ایک چوڑی نیلی پٹی کسی فوجی عہدے کے نشان کے طور پر لگی ہوئی تھی۔ لباس پر جگہ جگہ بڑے بڑے ہیرے جڑے ہوئے تھے اور ایک زرکار زیغمانی صلیب کا نشان جگمگا رہا تھا۔ لیکن نوجوان افسر کو ان میں سے کوئی چیز بھی متوجہ نہ کر سکی۔ اس کی نظر تو بے اختیار ملکہ کے سینہ کے اس مرمریں حصے پر جم کر رہ گئی تھی جو سیاہ پوشاک کے تضاد سے اور بھی زیادہ دلکش بن گیا تھا یا اس کی نگاہیں ملکہ کے حسین بالوں کے ان حلقوں میں الجھ الجھ کر رہ جاتی تھیں جو اس کے تاج پوش سر سے نیچے جھک آئے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے سلطنت روس کی سب سے زیادہ حسین عورت کو دیکھا تھا اور اس عالم میں دیکھا تھا کہ خود یہ حسینہ اس کو سر سے پاؤں تک اس طرح بے تکلف و بے محابا پسندیدگی سے دیکھ رہی تھی گویا وہ اس کا قدیم غلام ہے۔ وہ زار یینہ کے روبرو دو زانو ہو گیا اور اپنی عرضداشت پیش کی۔

"کھڑے ہو جاؤ" زار یینہ نے حکم دیا۔

"میں ایک حسین عورت کی حیثیت سے آپ کے سامنے اپنا سر نیاز خم کرتا ہوں اور ایک ملکہ کی حیثیت سے آپ سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہوں" ——— ان الفاظ کے ساتھ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور پوری بے باکی سے زار یینہ کی آنکھوں سے آنکھیں اس طرح چار کیں کہ ملکہ نے کسی قدر کبیدگی کے ساتھ اپنے پر غیض ابروؤں کو سکیڑ لیا۔

"تمہارا نام کیا ہے" زار یینہ نے پوچھا۔

"میخوش" وہ بولا۔

"تم لفٹننٹ ہو؟"

"جی ہاں ——— اسمولنسک کے فوجی رسالہ میں۔"

"تم کسی عنایت کے طلبگار ہو؟"

"میں اپنے حقوق مانگ رہا ہوں۔"

"ایکبار پھر زاریہ کے ابروؤں پر بل پڑ گئے۔ اور وہ بولی — "تم کیا چاہتے ہو؟"

"سب سے پہلے میں ملکہ عالیہ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"خوب! تم بڑے عجیب آدمی ہو۔ ہاں تو اپنا سوال پوچھو — کیا سوال ہے تمہارا؟"

میروش خاموش کھڑا رہا۔

"میروش! — لفٹننٹ میروش! تم ایک دلچسپ انسان ہو" زاریہ بولی۔

میروش کے بند جبڑوں میں ایک شدید تشنج سا پیدا ہوا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"اپنا سوال پیش کرو — میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔" زاریہ نے کہا

"کیا آپ حقیقت کو سننے کی تاب لا سکتی ہیں ملکہ عالیہ؟" میروش بولا۔

زاریہ کی گھنی ابروؤں میں ایک گرہ سی پڑ گئی لیکن ایک ہی منٹ کے بعد پھر اس کی حسین آنکھیں نوجوان افسر کی طرف ایک نفسانی دلچسپی کے ساتھ جم گئیں۔ وہ بولی۔ صرف ایک ہی سوال۔ لفٹننٹ — ہاں کیا نام ہے تمہارا۔ دوبارہ بتاؤ۔"

"میروش" وہ بولا۔

"کیا تم کو کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہے۔ لفٹننٹ میروش؟"

"جی ہاں۔ جنوں کی حد تک۔ ملکہ عالیہ"

"میں دیکھتی ہوں۔ کہ تم کو عاشقانہ اور رومانی کہانیاں پڑھنے کی عادت ہے — تمہارا طور طریقہ .... لیکن خیر جانے دو اسے! — واقعہ یہ ہے کہ ایک طویل مدت تک خود مجھے بھی ایسی کہانیاں پڑھنے کا شوق رہا ہے۔ تم عمدہ قسم کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔ میروش خصوصاً وانفیڈ کی تصانیف کا مطالعہ — میں آج کل اس کی مشہور تاریخی تصنیف

"پطرس اعظم" کا خط لکھ رہی ہوں اور میں اُن خطوط کو شائع کرنا چاہتی ہوں جن میں اس عظیم بادشاہ نے خود اپنی شخصیت کو بیان کیا ہے۔ کیا تم جانتے ہو مجھے اس کے کردار میں کونسی بات سب سے زیادہ پسند ہے۔؟ نہیں جانتے؟ سنو! اس میں یہ عجیب خصوصیت تھی کہ وہ خواہ کتنی ہی غضبناک حالت میں کیوں نہ ہو حقیقت کا اثر اس پر ہمیشہ پوری طرح ہوتا تھا۔

"ملکہ عالیہ ....."

"ہاں تو اب تم کہو۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو"

"میں یوکرین کا باشندہ ہوں ملکہ عالیہ! ایک شریف و آزاد قوم کا فرزند ہوں۔ اور اُس مشہور سردار میروش کا پوتا ہوں جو میزیپا سے نبرد آزما ہوا تھا۔ جس کا نام آج تک قفرا قستان کے بہادر نوجوانوں کے گیتوں میں بھی زندہ ہے اپنی قوم کے بہت سے دوسرے افراد کی طرح اس کو بھی شہنشاہ زار کے خلاف بغاوت کرنے کی پاداش اس طرح بھگتنی پڑی کہ اس کی تمام املاک چھین لی گئیں۔ اور آج ملکہ عالیہ میں اس جانباز سردار کا پوتا یہاں آپ کے حضور میں اس طرح کھڑا ہوں کہ میرے پاس ایک عظیم الشان خاندانی شہرت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ میں مفلس ہوں اور تباہ حال ــــ اور آپ سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہوں۔ میں نے اس وسیع و عریض سلطنت میں ہر جگہ انصاف کے لئے عدالتوں کے دروازوں پر دستک دی اور اپنی املاک کی بھیک مانگی۔ لیکن بیکار ــــ اور اس لئے میں نے سوچا کہ ملکہ عالیہ کا دل جو اس پوری سلطنت میں سب سے زیادہ بڑا ہے لازمی طور پر سب سے زیادہ شریف اور انصاف پسند بھی ہوگا۔ اب میں ملکہ عالیہ کے حضور میں استادہ ہوں اور منتظر ہوں کہ حکومت کے سالقہ ظالمانہ حکم کو منسوخ کیا جائے۔ اور میرے آبا و اجداد کی املاک مجھے واپس عطا فرمائی جائیں ..... ملکہ مسکرائی ایک شیرینی کی طرح ــــ اور بولی "تم نے حد سے زیادہ مہربانی کہانیاں پڑھ ڈالی ہیں میروش! تمہارے دعوے کی صداقت کی جانچ کی جائے گی کیونکہ مجھے بہت کچھ شبہ محسوس ہوتا ہے ــــ لیکن میری مہر و عنایت پر بھروسہ

رکھو اور — اچھی اچھی کتابیں پڑھو۔"

مفلس نوجوان کی آنکھوں میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہوئی۔ جیسے اُس کو تیز بخار ہو گیا ہے اور بے تابانہ اُس نے ملکہ کی حسین آنکھوں میں اپنی نظریں غرق کر کے اپنے دُر مقصود کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ ایک سکنڈ دونوں طرف سے نظروں کے تصادم کے بعد نوجوان نے سرِ تسلیم خم کیا۔ اور دروازے کی طرف جانے لگا۔

"میروش! میرے ہاتھ کو بوسہ دو!" زارینہ نے مسکرا کر حکم دیا۔

نوجوان افسر اُس کے سامنے دوزانو ہو گیا۔ اور وہ آنسو زارینہ کے ہاتھ پر گر پڑے

"لفٹننٹ! — تم ایک بچے ہو — نادان بچے!" زارینہ نے حیرت سے کہا "کالنیز کی تصانیف پڑھو اور یہاں میرے فیصلہ کا انتظار کرو۔ میری بات کچھ سمجھے میروش؟"

بدحواس ممنونیت کے عالم میں اُس نے پھر ایکبار ملکہ کا نرم و نازک ہاتھ اپنے لبوں سے چوم لیا۔ پھر ہٹایا اور پھر ایسا ہی کیا — بار بار بوسے دیتا رہا۔ اور ایک دیوانہ پرستار کی طرح — اور آخر کار وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور ملکہ کے حضور سے چلا گیا۔

ایک منٹ تک زارینہ ادھر دیکھتی رہی اور مسکراتی رہی۔ اس کے بعد اُس نے گھنٹی بجائی اور وزیر پولیس کو طلب کیا۔

"ایک یادداشت لکھو" زارینہ نے حکم دیا۔

وزیر پولیس نے ایک نوٹ بک نکالی اور تیار ہو گیا۔

ملکہ نے بولنا شروع کیا — "لکھو! میروش — اسمولنسک رسالہ میں ایک لفٹننٹ ....."

"اُس کی عمر کیا ہے؟" وزیر نے پوچھا

"عمر سے تم کو کیا مطلب! تم اس کا پاسپورٹ بنانے نہیں جا رہے ہو۔"

بہت بہتر! ہاں تو یہ میروش ....."

"نوجوان ہے۔ خوبصورت ہے۔ بہادر ہے اور عزائم پرست ہے۔ جلد سے جلد مجھے مطلع کرو کہ اُس کا عام طور طریقہ کیسا ہے۔"

وزیر پولیس نے تعمیل میں سر جھکا لیا۔

"اور ہاں سنو" زارینہ بولی "میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اس نوجوان نے محبت کا ساز باز کیا ہے یا نہیں ——— اگر اس نے محبت کا کھیل کھیلا ہے تو کس کے ساتھ اور ——— ہاں اب اُس کی کوئی محبوبہ ہے یا نہیں ——— تم سمجھے؟"

"جی ہاں میں سمجھ گیا ——— ایک محبوبہ!"

(۱۴)

زارینہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد نوجوان افسر کو ایک ہفتہ سے زیادہ ہو چکا تھا اور وہ ابھی تک اپنی درخواست کے ایک موافق و مبسوط جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ اسی زمانے میں ایک شام جب وہ چہل قدمی سے واپس آیا تو اُس نے اپنے کمرے کے فرش پر ایک حسین و نفیس لفافہ پڑا ہوا پایا۔ وہ سمجھ گیا کہ لفافہ کھلی ہوئی کھڑکی میں سے اندر پھینکا گیا ہے۔ لفافہ پر اسی کا نام تھا اور چھوٹے خوبصورت لفظوں کی بناوٹ اور ایک غیر مستقل انداز تحریر اس بات کا ثبوت تھا کہ ایک عورت نے لکھا ہے۔ اس خط کا مضمون مندرجہ ذیل تھا:۔

"میرے دوست! تم کو اپنے مستقبل کی بابت ملکہ کے فیصلہ کی اُمید لگی ہوئی ہے اور تمہیں یقیناً کافی طویل مدت تک انتظار کرنا پڑے گا ملکہ فطری طور پر مہربان و کرم گستر واقع ہوئی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اکثر چیزوں کو بھول جاتی ہے اس دربار میں تمہیں کوئی بھی چیز حاصل کرنا ہے تو تم کو ایک اثر و رسوخ کی ضرورت ہوگی ——— ایک عورت کے اثر و رسوخ کی! ——— کیونکہ یہاں سینٹ پیٹرس برگ کے شاندار شہر میں عورتیں ہی حکومت

کرتی ہیں۔ میں تمہاری پوری مدد کروں گی بشرطیکہ تم آج رات ٹھیک گیارہ بجے کاسن کے مقام پر گرجا گھر کے باہر موجود رہنے کی ہمت کر سکو۔ وہاں تم کو ایک گاڑی نظر آئے گی۔ تمہاری آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی جائیں گی اور تمہارے ہاتھ پاؤں بھی جکڑ دیئے جائیں گے۔ تم یہ سب کچھ ہونے دینا اور کوئی سوال نہ کرنا ——— ایک خوبصورت انعام تمہارا انتظار کر رہا ہے"

راقم۔ ایک دوست

میروش اپنے دل سے مشورہ کرتا رہا۔ اس نے درجنوں اڑدے کئے اور رد کر دیئے لیکن آخر کار گھڑی کی سوئیوں نے معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔ اس نے اپنا لبادہ اٹھایا۔ اپنی پیشانی پر ٹوپی کو اچھی طرح درست کیا۔ اور مکان سے روانہ ہو گیا۔ رات کالی تھی اور ستاروں سے محروم اور گرجا گھر کمرے میں ملفوف تھا ——— جب میروش گرجا کے قریب پہنچا تو اس کو ایک گاڑی نظر آئی جو تقریباً ایک بھوت کی طرح تاریکی میں استادہ تھی اور سیاہ گھوڑے بیتابی سے زمین پر پاؤں پٹک رہے تھے بھیس بدلے ہوئے دو آدمی اس سے ملے انہوں نے ادب کے ساتھ اس کے ہاتھوں اور پیروں میں ہتھکڑی اور بیڑی پہنائی اور ایک سفید کپڑے سے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی سزا دینے کے محکمہ میں اس قسم کے واقعات اس قدر عام تھے کہ قریب سے گذرنے والا کوئی بھی راہگیر اگر دیکھتا تو اسے کوئی حیرت نہ ہوتی۔ لیکن اس وقت کوئی بھی ادھر نہیں گذر رہا تھا ——— میروش کو اٹھا کر گاڑی میں رکھا گیا۔ دروازہ بند کر دیا گیا اور گاڑی کوچے کر گھوڑے دلبوانہ وار سرپٹ رفتار سے چل دیئے۔

جب یہ پورا سلسلہ گاڑی رکی اور میروش کو اپنے قدموں کے نیچے ایکبار پھر سخت زمین محسوس ہوئی تو ایک تیز مہک جسم کو برباد دینے والی ہوا اس کو اپنے جسم پر محسوس ہوئی اس لئے وہ سمجھ گیا کہ اس وقت وہ ایک کھلی ہوئی جگہ پر تھا۔ ایک چوڑے زینے پر اس کو لے جایا گیا

اور اس کے بعد ایک برآمدے میں سے ہو کر اُسے ایک کمرے میں پہونچا دیا گیا۔ یہاں آ کر اُس نے پھر خود کو تنہا محسوس کیا۔ سوچ کی ایک کرن اس کی آنکھوں کی پُتلی کو بار بار کرید رہی تھی اور تقریباً فوراً ہی ایک دلکش نسائی آواز نے کہا ــــ "تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میر درویش۔ تم اپنے دوست کے پاس ہو" ــــ اس کے بعد ایک عورت کے لباس کی سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ دو ہاتھوں نے گرہ کو کھولا اور آنکھوں کی پٹی نیچے گر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھا تھا جو مشرقی عیش و تنعم کے لوازمات سے آراستہ تھا۔ اس نے اپنا سر دوسری طرف گھمایا تو اس کو ایک لمبی قامت و نازک اندام عورت نظر پڑی جو ایک سیاہ لباس میں ملبوس تھی اور جس کے چہرہ پر سیاہ مخمل کی ایک نقاب پڑی ہوئی تھی۔

"ذرا صبر سے کام لو کیونکہ پہلے مجھے تم کو ان آہنی بندشوں سے آزاد کرنا ضروری ہے" ــــ یہ کہہ کر عورت نے اُس کی کلائیوں میں ہتھکڑیوں کو کھول دیا۔ "اب تم باقی بندشوں کو خود کھول سکتے ہو"

میر درویش نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ جیسے ہی وہ آزاد ہوا عورت کے ایک کانپتے ہوئے ہاتھ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو گھسیٹ کر ایک کوچ پر بٹھا دیا۔

اپنی اس عجیب حرکت کی معافی چاہتی ہوں نقاب پوش عورت بولی۔ لیکن ہر ایک سودنا کو اپنی پرستیدہ خاتون کے ہاتھوں کچھ نہ کچھ تو سہنا ہی پڑتا ہے۔ چند اہم وجوہات کی بنا پر میں خود کو اس طرح پُراسرار بنائے رکھنے پر مجبور ہوں لیکن دُنیا کی کوئی چیز مجھے تمہارے قریب آنے، تمہیں چاہنے اور تمہیں اپنا کہکر پکارنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں میر درویش! یہ کہکر وہ میر درویش کے شانے کا سہارا لے کر جھک گئی اور اپنا بازو میر درویش کی گردن میں حمائل کر دیا۔ میر درویش کو اپنا دل سینے میں تیز تر رفتار سے دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی پُراسرار محبوبہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو اپنے لبوں تک لے

گیا۔ اس کے بعد وہ تقریباً بدحواس ہو کر بولا ــــ "اگر تم سے محبت کی باتیں نہ کر سکوں تو معاف کرنا اگر میں تم سے یہ درخواست کروں کہ مجھے فوراً اپنے سامنے سے ہٹا دیا جائے تو اے خاتون مجھے معاف کر دینا۔ تم نے میری جرأت و ہمت کو للکارا اور اس طرح مجھے اپنے حضور میں حاضر ہونے کو مجبور کر دیا لیکن میں تم سے محبت نہیں کر سکتا۔ میرے اس اعتراف سے تمہارے احساسات کو مجروح نہ ہونا چاہئے کیونکہ ابھی تک میں آپ کو جانتا ہی نہیں ہوں۔ ابھی تک میں نے آپ کے خط و خال کو دیکھا ہی نہیں۔"

"میری شکل و صورت بھی تم ضرور دیکھو گے"

وہ بولی ــــــــ "نہیں۔ نہیں۔ خدا کے واسطے!" میروش نے جواب دیا۔ لیکن پراسرار عورت نے اس کے جواب میں ایک سحر میں قہقہہ لگایا اور اپنی نقاب اتار ڈالی یہ ایک ایسی عورت کا چہرہ تھا جس کو میروش نے کبھی نہ دیکھا تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ انتہائی دل فریب صورت تھی دو بڑی بڑی سیاہ آنکھیں جو اس کو مسحور کر رہی تھیں اور وہ سرخ سرخ ہونٹ جو اس کو پیار کی دعوت دے رہے تھے!

عورت بولی ــ "کہو تم میری شکل و صورت کو پسند کرتے ہو؟"

میروش نے خود کو اس ساحرہ کے قدموں میں گرا دیا اور کہا "میری ہنسی نہ اڑاؤ اے خاتون! کیونکہ تم ہر طرح سے اس کی مستحق ہو کہ تمہاری پرستش کی جائے لیکن میرا دل تمہارے سے محبت کرنے سے مانع آتا ہے اور میری شرافت مجھے روکتی ہے کہ تمہیں ــــ فریب میں مبتلا نہ کروں۔"

"تو کیا تم کسی اور سے محبت کرتے ہو؟ حسین عورت نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ــ اے معزز خاتون!" میروش نے کھڑے ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"کسی دوسری عورت کو چاہتے ہو؟"

"ہاں ــ ایک دوسری عورت کو"

"لیکن مجھے بتایا گیا تھا کہ ..... " وہ بولی

"کیا بتایا گیا تھا محترم خاتون ؟"

"کہ تم نے کبھی کوئی محبت کا کھیل نہیں کھیلا۔ تم نے کبھی کسی کو نہیں چاہا۔"

"تو آپ کو جو کچھ بتایا گیا وہ ایک حقیقت ہے۔"

"لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"آہ! اے خاتون! ۔ تم حسین ہو اور کسی اعلیٰ متمول خاندان سے متعلق ہو ۔ اگر تم محبت کرتی ہو۔ تو تمہاری محبت تمہارے لئے مسرتوں کا سرچشمہ ہوگی تمہاری دُنیا میں محبت کے معنی ہیں مسرت و شاد کامی! ۔ لیکن کیا تم میری محبت کا مفہوم سمجھ سکتی ہو ـــــ محبت جو مسرتوں سے محروم ہو ـــ امیدوں سے خالی ہو ـــ محبت جو خود اپنے وجود سے خوفزدہ ہو ؟"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہی ہوں۔ تمہیں کسی ایسی عورت سے عشق ہے جس سے تمہاری رسائی نہیں ہو سکتی۔ وہ ضرور کوئی الف لیلےٰ کی حسین پری ہوگی"

"معاملہ کچھ ایسا ہی ہے اے خاتون!"

"تو تم جس عورت کے عشق میں مبتلا ہو وہ ...."

"وہ میری ملکہ ہے ؟ سعایا کا ایک حقیر فرد اپنی ملکہ سے محبت کرتا ہے ـــــ ایک غلام اپنی مالکہ کو چاہتا ہے!"

اس لمحہ وہ پردہ جو اُوپر سے نیچے تک دروازے کو پوشیدہ کئے ہوئے تھا ذرا سا متحرک ہوا۔

"یہ بڑی دشوار بات ہے یقیناً" عورت نے کہا "لیکن میرے پہلو میں ایک نرم دل ہے اور جہاں تک مجھ سے ممکن ہوگا میں تمہاری مدد کروں گی میری ایک بہن ہے جس کی شکل و صورت اُس عورت کی مانند ہے جو ....."

"نہیں! خاتون! تم مجھ کو سمجھی ہی نہیں۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے جانے دو" وہ چلّایا۔

"لیکن ذرا ایک نظر دیکھ تو اُسے ـــــ وہ بالکل تمہارے ذوقِ محبت کے مطابق ہے ـــ لو دیکھ لو وہ یہاں موجود ہے۔"

پردہ ایک طرف ہٹا اور ایک دراز قامت صبر شکن عورت حیرت زدہ افسر کے پاس آئی۔ وہ ایک وزنی لاجوردی ریشم کا لباس پہنے ہوئے تھی جو اس زمانے کے رواج کے مطابق سینے کے اُوپر سے اس طرح کھلا ہوا تھا کہ اُس کا نوخیز و پُرشباب سینہ پوری طرح عُریاں تھا۔ اُس کے چہرے پر ایک سیاہ ریشمی نقاب تھی۔ اُس کے ایک اشارے پر پہلی عورت کمرے سے چلی گئی۔ اس کے بعد اسی ادا کے ساتھ اس نے افسر کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنے نازک ہاتھ کی ایک ہوش رُبا حرکت سے نوجوان افسر کو اپنے پہلو میں بیٹھ جانے کی دعوت دی ـــــ میروش کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ اس عورت کے ہر انداز میں ایک ایسی بے پناہ دعوتِ لذت تھی کہ میروش پر ایک نشہ سا چھا گیا۔ اپنے بانہوں کو اپنے عریاں سینے پر باندھے ہوئے وہ میروش کو غور سے دیکھتی رہی اور اس کے بعد مسکراتے ہوئے اُس نے ایک ایسی آواز میں جو کوئل کی سی میروش کے پُورے جسم میں ایک شدید لذت کی کپکپی سی دوڑ گئی اس سے پُوچھا ـــ "کیا تم مجھ سے محبت کر سکو گے میروش؟"

"نہیں!" بے اختیار اُس نے کہہ دیا۔

"وہ پھر ہنسی اور بولی" تو تمہیں ملکہ سے عشق ہے؟" ـــــــ میں اُس سے اس قدر شدید اور دیوانہ وار محبت کرتا ہوں کہ آپ جیسے بلند مرتبہ کی خاتون اس کو سمجھ نہیں سکتی۔"

میروش نے کہا ـــــــ "کیوں؟"

وہ اُٹھ کھڑا ہُوا اور کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا ——————

" ذرا سکون سے کام لو۔ لوگ کہتے ہیں کہ ملکہ بڑی عشق مزاج ہے اور بہادر عثمانی کو پسند کرتی ہے۔ اس لئے شاید تم بھی اس کی نظروں میں کوئی جگہ پا سکو "

میروش بے حس و حرکت کھڑا ہو گیا اور اس لذت دَر آغوش عورت کو تقریباً دہشت سے دیکھنے لگا۔

" میرا خیال ہے کہ تم خود اپنی مسرت کو دیکھ کر کانپ جاؤ گے " عورت نے کہا۔

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے ہونٹ تک زرد پڑ گئے تھے اور سر سے پاؤں تک بُری طرح کانپ رہا تھا۔ اب اس نے اس لذت فروش عورت کو پہچان لیا تھا بے اختیار اس نے خود کو گھٹنوں کے بل گرا دیا اور اپنا چہرہ فرش سے واصل کر دیا۔

" کیا تمہارے اندر اتنی ہمت ہے کہ اپنی ملکہ سے محبت کر سکو " وہ چلائی اور اپنی نقاب اُتار کر پھینک دی۔ اب میروش کے سامنے زاریہ اپنے حُسن کے تمام ساحرانہ جاہ و جلال کے ساتھ کھڑی تھی۔

" آؤ " وہ میروش کو اٹھاتے ہُوئے بولی " تم میرے ہو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں "

یہ کہتے ہوئے اس مطلق العنان ملکہ نے اپنے شاداب بھرے بھرے بازو میروش کے گرد حمائل کر دیئے اور اُس کو اپنے سینے کی طرف کھینچ لیا جو کہ اس وقت شدید جذبات کے ہیجان میں مد و جزر کی کیفیت پیش کر رہا تھا۔ میروش جوش جذبات کی آگ میں بھُن رہا تھا لیکن ملکہ نے زور سے زمین پر اپنا پاؤں مارا اور بولی " ہمت سے کام لو میروش! تم میری محبت کی لذتوں سے ضرور شاد کام ہو گے۔ میں ایسا نہیں کر چکی ہوں۔ اب اس حقیقت کی تصدیق میں کسی بھی مزید لفظ کی ضرورت نہیں کہ تم میرے غلام ہو۔ بعض لمحات میری زندگی میں ایسے آتے ہیں کہ میں ایک معصوم بچہ بن جاتی ہوں اور مجھے ایک کھلونے کی ضرورت ہوتی ہے آؤ۔ میں تمہارے ساتھ کھیلنا چاہتی ہوں " ——

اب صبر و ضبط کا جام لبریز ہو چکا تھا۔ میر وش نے میٹی میں سے تلوار نکالی اور زمین پر پھینک دی اور اس کے بعد اس نے پورے جوش کے ساتھ زاریہ کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا وہ میر وش کے سینے سے لپٹ گئی اور اس کے ہونٹ میر وش کی روح کو چومنے لگے میر وش ایک عالم مستی میں اپنی مدہوش انکھوں سے زاریہ کے بالوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

"میں تم سے محبت کرتی ہوں" ملکہ نے جذبات سے بوجھل دھیمی آواز میں کہا۔ اور اگر تم راز کو راز رکھنا جانتے ہو تو میں تمہاری زندگی کو مسرتوں سے مالا مال کر دونگی۔ کسی کو بھی یہ شبہ تک نہ ہونا چاہئے کہ میں تمہاری ہم چکی ہوں۔ آئندہ ہر رات میں تم سے گشتی نا کے محل میں شہزادی واشخو کے خلوت کدے میں ملا کرونگی۔ ایک وقت آئے گا جب میری محبت تم کو باقی تمام لوگوں سے بلند تر مقام پر پہونچا دے گی تمہارا مستقبل تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ بہادری سے کام کرو۔ احتیاط دوراندیشمندی کو شعار حیات بناؤ اور مجھ سے محبت کرو۔ جب کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے تو میں ایک فرشتہ بن جاتی ہوں۔"

(۴)

زاریہ گشتی نا کے محل میں بیٹھی ہوئی تھی اور شہزادی واشخو کے ساتھ ایک رازدارانہ گفتگو میں مصروف تھی۔ زاریہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئی تھی اور ایسے رقاصی چرمی بوٹ پہنے ہوئے تھی جیسے کہ روس میں کسانوں اور تاجروں کی عورتیں استعمال کرتی تھیں اور سر پر ایک سرخ رنگ کی ٹوپی تھی جس میں ایک لمبی کلغی لگی ہوئی تھی۔ وہ بار بار اپنے بوٹوں کی ایڑی پر اپنا سواری کا چابک مارتی تھی۔ کبھی کبھی اچانک اٹھ کھڑی ہوتی اور پھر فوراً ہی کوچ کے نرم گدے پر خود کو گرا دیتی تھی۔

شہزادی واشخو اس کی طرف بڑی حیرت سے دیکھ رہی تھی یکایک ایک معنی خیز تبسم اس کے لبوں پر رقص کرنے لگا اور وہ بولی "تم مجھ پر ہنس رہی ہو شہزادی! کیوں ہنس رہی ہو؟"

"آپ محبت میں بہت بیتاب ہیں!"

"ہاں خدا شاہد ہے کہ بُری طرح محبّت میں پھنس گئی ہوں۔"

"مہینوں سے آپ یہاں ہر رات میرؔوش سے مُلاقات کر رہی ہیں۔ اور وہ اس طرح آپ کے قبضے میں آچکا ہے گویا وہ آپ کا غلام ہو لیکن پھر بھی ابھی تک آپ اس کی محبّت سے خدا بھی سیر نہیں ہوئیں اس کے لئے میں آپ کو تعریف کا مستحق سمجھتی ہوں سایک ماہ سے زیادہ ہوا کہ میرؔوش ہر طرح آپ کا بن چُکا ہے لیکن پھر بھی مُلاقات کے لئے یہاں سب سے پہلے آپ ہی آتی ہیں اور اس سے ملنے کے لئے اپنے دِل کی بے تابی پر ذرا بھی قابُو حاصِل نہیں کر سکتیں یقیناً آپ کو عشق ہے۔"

"مجھے یقیناً "عشق" ہے" ملکہ نے سر کو ہلاتے ہُوئے اور اپنی بائیں ٹانگ کو لاپرواہی سے داہنی ٹانگ پر رکھتے ہُوئے کہا۔ "میں محبّت کی مریض ہوں لیکن معاملہ صرف اتنا ہی نہیں کیونکہ میرؔوش بھی مجھ سے محبّت کرتا ہے۔ محبّت کرنے والا آسانی سے نہیں ملتا۔ خصوصاً میرؔوش جیسا عاشق تو نایاب ہے وہ اپنے دل و دماغ کے پُورے وجُود اور اپنے تمام حواس کی پُوری طاقتوں کے ساتھ محبّت کرتا ہے اور اس طرح کہ کسی دُوسری عورت کے لئے اس کی زندگی میں کوئی گنجائش ہی نہیں وہ میرا ہے اُس کا جسم اور اُس کی رُوح سب کچھ میرا ہے اور میں اس کے وجُود اور اس کی محبّت میں وہی لذت پاتی ہوں جو کہ ایک بسیار خور بھوکا انسان کبھی لذیذ ترین غذا میں محسُوس کرتا ہے۔"

کچھ دیر تک دونوں عورتیں خاموش رہیں پھر ایک ملکہ نے اُوپر نظر اُٹھائی اور کچھ سُننے لگی ..... تم نے سُنا؟ شاید ایک گھوڑے کے قدموں کی آواز تھی یہ؟

"نہیں!"

"تو شاید یہ خود میرے دل کی دھڑکن کی آواز ہو" زاریہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بڑی حقیر و عظیم خاتون ہیں آپ" شہزادی بولی "یہ تو بتائیے کہ آخر آپ اس نئے

محبوب کا کیا کریں گی ؟"

"مجھے معلوم نہیں" ملکہ نے جواب دیا۔ اور اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کے لئے کھڑکی کے پاس چلی گئی ——————— "آپ کو کچھ معلوم نہیں ؟"

"مجھے صرف ایک چیز معلوم ہے اور وہ یہ کہ میروش کا انجام کوئی عامیانہ و معمولی انجام نہ ہونا چاہئے" ——————— "تو آخر اس کا انجام کیا ہوگا ؟"

"جو اس آگ کا جو جلتے جلتے خود ہی بجھ کر ختم ہو جاتی ہے۔"

"تو یہ ایک بے رحمانہ خیال ہے۔"

"ممکن ہے کہ بے رحمانہ ہو لیکن یہ شاعری سے لبریز ہے۔"

"تو کیا یہ ضروری ہے کہ اس سے دامن چھڑایا ہی جائے ؟"

ملکہ نے ایجاب میں سر ہلایا اور بولی —— میں نے اس کو سمجھنے میں غلطی کی ہے شہزادی اور اگرچہ میرا دل اس کی محبت کے نشہ سے سرشار ہے لیکن میرا دماغ صاف اور صحیح ہے میروش ایسا انسان نہیں کہ آرلو کی جگہ چھین سکے۔ وہ ایک خواب پرست انسان ہے وہی چیز اس کو حکومت کے لئے خطرناک بنا دیتی ہے اس سے مجھ کو اگر کچھ مل سکتا ہے تو صرف لذت کوشی و سرمستی کا ایک حسین و قفہ اور بس —— اور اس کے بعد —— اس کے بعد اس کا کیا ہوگا ؟

"آپ کی محبت کی منطق بہت خوفناک ہے !"

زاریزہ اٹھی اور اپنے ہاتھ پیچھے باندھ کر سر جھکائے ہوئے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ وہ بولی "اس کا وجود میرے لئے دشواریوں کا حامل بن جائے۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے وہ جذبات سے لبریز ہے اور بہادر ہے —— وہ ایک مہنگا مہ بن سکتا ہے۔"

"آپ کے لئے ایک پریشان کن بے کیف وجود بن سکتا ہے۔" شہزادی دانخو نے کہا۔

"شاید ایسا بھی ہو جائے۔ پھر اس وقت میں اس کا کیا کروں گی ؟ ۔ اس کو

راستے سے ہٹانا ضروری ہے ۔ ابھی! ۔ لیکن کس طرح ؟"

حسین زاریہ اپنے محبوب کے متعلق سوچنے لگی بالکل سکون و بے حسی کے ساتھ میرِ وش کی ہستی بھی حکومت کا ایک ٹھوس مسئلہ تھی۔ وہ بولی "شاید اس کی دیوانگی میرے کام آسکے۔ ذرا ٹھیرو!"

وہ بے حس و حرکت کھڑی ہوگئی اور اپنے ہاتھ سینے پر باندھ لئے ۔ اچانک ایک خوفناک تبسم اس کے بے حس چہرے پر طلوع ہوا "کس قدر شاندار خیال ہے یہ!" وہ چلائی "کس قدر کامیاب اچھوتا خیال! ۔ میں نے سوچ لیا ہے شہزادی!

"کہو تم کیا کہتی ہو" ۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی آواز گرادی اور سرگوشی میں کہا "میرِ وش کو آلہ کار کیوں نہ بنایا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ شہزادہ عالیان سے چھٹکارہ پانے کے لئے ؟

شہزادی واشنجو خوف سے کانپ گئی۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں شہزادی!" زاریہ بولی "تخت کا وارث شہزادہ مرے گا تو میرے اس پریشان کن عاشق کو بھی اپنے ساتھ قبر میں لے جائے گا۔"

"یہ کیسے کرو ؟"

یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔ ہاں یقیناً ایسا ہی ہوگا ۔ میں نے بالکل تہیہ کرلیا ہے۔ میری نمبر ۱ کارگر ہو کر رہیگی ۔ ۔ اور تب ایک ساتھ میرے دل کو دو پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔ وہ دو عظیم اور خطرناک پریشانیاں جن کی وجہ سے مجھ پر آرام و راحت حرام ہو رہی ہے۔ بہت جلد میں پھر چین کی نیند سو سکوں گی۔"

"یہ بے رحمی ہے زاریہ"

"نہیں! ۔ صرف دُور اندیشی ۔ ۔ میری عزیزہ!"

شہزادی نے کچھ دیر غور کیا اور پھر کہا۔ اگر آپ اس کو اس کام پر تیار کرسکتی ہیں تو جلدی کیجئے۔ آج ہی کیجئے۔ ایوان کا مرنا ضروری ہے۔ بہت جلد۔ انتہائی ممکن حد

تک جلد ۔ آپ ایران کی ماں ہیں ۔ لیکن تخت و تاج کی سلامتی خطرے میں ہے ۔ آپ سے ممکن ہو تو آج ہی میروش کو راضی کر لیں ۔"

"نہیں! شہزادی! ۔" ملکہ نے جواب دیا۔ "ابھی میروش میں میرے لئے بہت کچھ لذت و کیف باقی ہے۔ اس کا خاتمہ ہو گا ایک ایسے فعل پر جو مجھ کو ناشاد کر دے گا۔ مجھے نجات عطا کرے گا۔ لیکن یہ اسی وقت ہو گا جب میں میروش سے اُکتا جاؤں ابھی تو وہ ۔ اُف!" مسرت و لذت کے تصور سے اس کی آواز رک گئی۔ "دیکھو۔ یہ اسی کے قدموں کی چاپ ہے۔ اسی کی آواز ہے!" یہ کہہ کر ملکہ میروش سے ملنے کے لئے دوڑ پڑی اور ایک نازک تبسم کے ساتھ خود کو اس کے سینے پر گرا دیا۔

چند دنوں کے بعد کا واقعہ ہے کہ شہزادی "افسخو" ملکہ کے مطالعہ کے کمرے میں آئی جہاں ملکہ اُس وقت دالفیر کے نام ایک خط لکھنے میں مشغول تھی۔ "اب تک تو آپ کو اپنے منصوبہ کو عمل جامہ پہنا دینا چاہئے تھا۔"

شہزادی نے کہا۔ "اب وقت نکلا جا رہا ہے ہاتھ سے شہزادہ افیان کو عمر و رسنا چاہئے۔ آپ کو اس قوت و اثر کا پورا اندازہ ہے جو مذہبی رہنماؤں کو آپ کی رعایا میں حاصل ہے۔ آپ کی اصلاحات اُس قوت کے وجود کے لئے ایک خطرہ ہیں اس لئے اب وہ قوت اپنی پوری شدت سے آپ کے خلاف کام کر رہی ہے لوگ آپ کو غیر ملکی کہہ کر پکارتے ہیں اور ایک ایسا بدعتی انسان سمجھتے ہیں۔ جو پرانے توہمات۔ پرانے رواج اور پرانے مذہب کو صدمہ پہنچا رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شہزادہ افیان ہی حقیقی زار روس ہے اور تخت و تاج کا اصلی وارث ہے۔"

"خدا کی مار ہو اُس پر" ملکہ نے زمین پر پاؤں ٹپکتے ہوئے کہا۔

"آپ کو میروش کو قربان کرنا پڑے گا۔ آپ کو اپنی عظمت کی خاطر اپنی محبت کو قربان کر دینا ہو گا۔"

"کون کہتا ہے کہ میں میروش سے محبت کرتی ہوں؟" زارینہ نے پوچھا۔ "وہ یقیناً میرا ایک کھلونا ہے ـــــ میری دلچسپی کا ایک کھیل۔ اور یقیناً مجھے کافی رونا پڑے گا۔ جب میں اس کو توڑ دوں گی۔"

"آپ کو موجودہ کام کے لئے میروش سے بہتر کوئی آلۂ کار نہیں مل سکتا"
شہزادی بولی۔ "اُس کو جلدی اس بات پر راضی کر کے اپنا شریک کار بنالو"
"میں ابھی تک اُس میں کافی دلچسپی محسوس کرتی ہوں اور ۔۔۔۔۔۔"
"آج آپ کو یہ کام فوراً ہی کرنا ہوگا۔ آج ہی"
"نہیں ـــ آج نہیں ـــ آج کے دن میں ایک بار پھر اُس سے محبت کرنا چاہتی ہوں ـــــ ایک عورت کی طرح"
"اچھا تو کل سہی" شہزادی بولی۔
"کل؟ بہت ٹھیک! ـــ کل کے دن میں ایک عورت کے نازک و حسین پیکر میں ایک جلاّد کا پارٹ ادا کروں گی۔ یہ میرا جملہ پسند آیا تمہیں کس قدر ادبیت ہے اس میں! ـــ یہ سب کچھ وائلڈ جیسے بلند مرتبہ ادیب سے خط و کتابت کرتے رہنے کا خوشگوار نتیجہ ہے۔ کل مجھے بہت کافی حسین نظر آنا چاہئے اور کچھ ایسا لباس پہننا چاہئے کہ میروش ملاقات کی ابتدا سے ہی اپنے ہوش و حواس سے محروم ہو جائے عام طور پر قربانی کے جانور کو سجایا جاتا ہے لیکن میں اپنے محبوب کی خاطر خود کو سجاؤں گی۔ اچھا تو ـــــ کل!"

(۵)

جب اگلے دن شام کے بعد میروش گشتی تاکے محل کے اندر خلوت کے کمرے میں پہونچا تو ملکہ ایک مسہری پر سیدھی لیٹی ہوئی بظاہر سو رہی تھی اور اس کا ایک ہاتھ سر کے

نیچے رکھا ہوا تھا وہ کسی ایرانی سامان کا بنا ہوا ایک نیم شفاف گلابی لباس پہنے ہوئے تھی جس کے اوپر ایک بیش قیمت گہری سبز بھیڑ کی کھال کا لبادہ پڑا ہوا تھا۔ اس کا شاندار جسم سیاہ پشمینے سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے پسینے میں مدوجزر کی کیفیت تھی اور نیند میں اس کے ہونٹ کسی کو پیار کرنے کی کوشش میں ایک خوبصورت گرہ سی بن گئے تھے۔

میرؔوش دبے پاؤں اس کے پاس پہنچا اور زمین پر دوزانو ہو کر ملکہ کے برہنہ پاؤں کو بوسہ دیا جن کا سلیپر گر گیا تھا۔

زارؔینہ دہشت میں بیدار ہو گئی اور میرؔوش کو پیچھے دھکیل دیا۔ لیکن پھر فوراً ہی اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُس کو دیکھنے کے بعد ملکہ نے اپنے سینے کی طرف کھینچ لیا۔ "میں نے بہت خوفناک خواب دیکھا ہے" وہ سرگوشی میں بولی۔

"میں نے ایسا محسوس کیا گویا میں نے تم کو کھو دیا ہے۔ کیا تم اب بھی مجھ سے محبت کرتے ہو؟"

ملکہ کے پرستارِ محبت نے اس کا واحد جواب یہ دیا کہ ملکہ کے گھٹنوں پر اپنا سر رکھ دیا اور سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔

کچھ دیر زارؔینہ ایک بے رحمانہ کیف کے ساتھ اس کو دیکھتی رہی اور پھر بولی — "جاؤ — چلے جاؤ — اب تم کو مجھ سے محبت نہیں رہی!" یہ الفاظ ملکہ ایک ایسی آواز میں ادا کر رہی تھی جو میرؔوش کے دل کو کاٹ کر اندر گھستی جاتی تھی — "اب مجھ کو چھونے کی کوشش نہ کرو۔ اب میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گی۔"

میرؔوش فرطِ خوف سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اگلے ہی لمحہ میں وہ پھر جذبات کے پورے جوش کے ساتھ زارؔینہ کے قدموں پر گر پڑا "زارینہ! تم مجھے دیوانہ کئے دیتی ہو۔"

وہ چلایا۔ مجھے کسی ستون میں بندھوا دو۔ اور میرے برہنہ جسم پر اُس وقت تک کوڑے برساؤ جب تک کہ میں خود اپنے خون میں نہا نہ جاؤں۔ لیکن تمہاری حرکت کو اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا۔ اور خوشی کے نعرے لگاؤں گا! — مجھے سُرخ گرم لوہے پر لٹا دو جیسا کہ عیسائی شہیدوں کو لٹایا جاتا تھا۔ لیکن ۔۔۔۔۔۔"

"تم احمق ہو"

"مجھ سے یہ کہدو کہ" میں تجھ سے اُکتا چکی ہوں، لیکن اگلی چاندنی رات تک، میں تیری رہونگی اور اس کے بعد تیرا سر قلم کرا دونگی — "ہاں تم ایسا ہی کہو تو میں تمہارا شکریہ ادا کروں گا۔ بالکل اس طرح گویا تم میری معبود ہو۔"

نازینہ نے قہقہہ لگایا — "اچھا تو بتاؤ محبت کا امتحان کہاں سے شروع کیا جائے — گرم سُرخ لوہے سے؟" نازینہ نے کہا اور ایک دلربا ادا کے ساتھ سر کو جنبش دے کر بالوں کی اس لٹ کو ہٹا دیا جو پیشانی پر آگئی تھی۔

میرویش کو محسوس ہوا جیسے سیلاب میں اُس کے پاؤں زمین سے جُدا ہو گئے ہیں۔ اُس نے دونوں ہاتھ نازینہ کے گرد حمائل کر دیئے۔ اپنے جلتے ہوئے چہرے کو پوری قوت سے اس کے مرمریں سینے پر دبا دیا اور کانپنے لگا۔

"مجھے چھونے کی کوشش مت کرو" اُس نے پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "میں آج تمہارا امتحان لوں گی اور جلاد کے کوڑے یا ظالموں کے گرم سُرخ لوہے سے بھی زیادہ بے رحمی سے کام لوں گی۔"

میرویش نے اس کی طرف دیکھا "آج تمہارے دماغ میں کوئی نیا بنایا منصوبہ موجود ہے" وہ بولا "آج تم بڑی عجیب حد تک حسین نظر آتی ہو۔"

"ہاں" اس نے خوش طبعی سے جواب دیا "میں تم کو گرفتار کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا میں پہلے ہی تمہارے ہاتھوں گرفتار نہیں ہو چکا ہوں؟"

"نہیں — کچھ کمی ہے"

"یہ بات ہے تو اپنے جال کو تھوڑا سا اور کھینچ لو، جوشِ محبت میں وہ بھاری اور دھیمی آواز سے بولا۔ مگر میں تو تمہاری ہی حاضر ہوں۔ میرا جو چاہو کرو!"

"بیوقوف! — کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے کچھ کرنے کے لئے تمہاری اجازت کی ضرورت ہے؟" زاریہ نے ایک ایسے انداز میں کہا کہ خوف سے میرویش کا خون خشک ہو گیا۔ اس نے زاریہ کے عریاں شانے کو جہاں سے لباس ہٹ گیا تھا ایک پُرشوق بوسہ دیا۔

"مجھے پیار مت کرو" ملکہ چلائی اور میرویش کو سختی اور نفرت کے ساتھ اپنے پاؤں سے پیچھے دھکیل دیا۔ "میں ہرگز اب اس وقت تک تمہارے ساتھ محبت کا کھیل نہ کھیلوں گی۔ جب تک تم پوری طرح میرے نہ ہو جاؤ۔"

"میں تو پہلے ہی سے پوری طرح تمہارا ہوں زاریہ!" اس نے آبدیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "میری زندگی کی واحد تمنا یہی ہے کہ تمہارے ساتھ کسی بھی طرح کی کوئی نسبت حاصل کر سکوں۔ مجھے اپنا غلام بنا لو — اپنا پالتو جانور۔ اپنا کھلونا۔ اپنا آلہ کار — جیسی طرح چاہو مجھے استعمال کرو اور جب میں مزید کسی کام کا نہ رہوں تو مجھے اٹھا کر ایک طرف پھینک دو۔"

ملکہ نے اس کی طرف دیکھا معلوم ہوتا تھا وہ کافی متاثر ہوئی ہے۔ اچانک وہ نیچے جھکی اور میرویش کی پیشانی کو چوم لیا۔ میرویش وہ ایک نرم و نازک آواز میں بولی "اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی مصیبت سے نجات دلاؤ۔"

"اب تم کو کوئی مصیبت درپیش ہے؟" وہ ایک دھیمی نرم آواز میں بولا "تو مجھے بتاؤ اور اپنے غلام کو حکم دو —"

"میں نہیں — سوچ بھی نہیں سکتی میرے محبوب! یہ کہہ کر وہ اور بھی جھکی اور اپنے

ہونٹ میرؔوش کے کان تک پہونچا دیئے۔ مجھے سکون نہیں ہے۔"

"شہزادہ آلیان!" میرؔوش نے حیرت سے کہا

"ہاں زاریؔنہ نے جواب میں کہا۔" گذشتہ ملکہ کی وصیت کا جائزہ اصلی شہنشاہ زار ہے یہ بات تو خود میں بھی تسلیم کرتی ہوں۔ میں نے اس تو سہ گدی سے نہیں اُتارا۔ اس کو رانی الزبیتھ نے اس کے گہوارہ میں سے اُٹھا کر قید خانے میں ڈال دیا تھا۔ وہاں وہ انسانی سوسائٹی سے دُور ایک مفید شیر کی طرح اپنے پنجرے میں پرورش پاتا رہا۔ اب جب کہ وہ پورے بیس وسال کا مرد بن چکا ہے۔ یہ بالغ وجوان سال مرد جو اپنے خیالات اور اپنے دل ودماغ کے لحاظ سے ہنوز ایک بچہ ہی ہے ہاں یہ دیوانہ شہزادہ سلطنت کے تمام مفسدین اور میرے تمام دشمنوں کے حوصلوں پر تازیانے کا کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ میری مخالفت میں اُس کو پیش کر رہے ہیں اور اُس کا سہارا لے کر میری حکومت کا تختہ اُلٹ دینا چاہتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں! ـــــ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔" میرؔوش چلایا۔ وہ پوری طرح تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت اس کے زرد چہرے اور اس کی گہری آنکھوں میں ایک کورانہ جنوں پرستی کی جھلک تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ کل کا دن میرے تخت وتاج کو تباہ کر دے میرے محبوب! ـ اور تم مجھ کو ایک قید خانے میں دیکھو ـــ یا پھر ..... " زاریؔنہ نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"کیا تمہارا یہ حکم ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں میری محبوبہ؟ میرؔوش نے سرگوشی میں کہا اور اس کی آواز جذبات سے بھاری ہو گئی۔"

"میرؔوش!" زاریؔنہ نے بظاہر درشت سے کہا ـــــــ تمہیں اس

کو اپنے راستے سے ہٹا دینا ضروری ہے۔" میرویش نے پُرشوق آواز میں کہا: "تمہارا کا ہرف اتنا ہے کہ اُس کی سزائے موت کا حکم سنا دو۔ اس حکم کی تعمیل میں کروں گا ماس کے بعد اپنی شہرت کو محفوظ رکھنے کے لئے تمہیں چاہیئے کہ مجھے پھانسی پر لٹکا دو۔ میں بڑی خوشی سے تمہارے لئے جان دوں گا زارینہ!" یہ کہہ کر اُس نے ملکہ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسے دیئے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"اپنے دل کو سنبھالو اور اطمینان رکھو۔" ملکہ نے کہا: "میں تمہارے وفادار ہاتھوں کو خون سے آلودہ نہ ہونے دوں گی۔ میں نے ایک منصوبہ تیار کیا ہے اور تمہیں جلد ہی اس کی بابت سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ کیا تم واقعی اس معاملہ میں میرا آلۂ کار بن سکو گے؟"

بڑی خوشی سے" میرویش نے جواب دیا: "تم جانتی ہو کہ میں تمہارا ہوں۔ تمہارا آخر دم تک تمہارا!"

"اپنی موت کی طرف اشارہ نہ کرو۔" ملکہ نے سرگوشی میں کہا: "ایسا تذکرہ مجھے لرزا دیتا ہے۔" ایک ساعت تک اُس کا چہرہ خوف سے بدلتا رہا لیکن پھر فوراً ہی اُس نے ایک حسین قہقہے کے ساتھ کہا — آج زندگی ہمیں اپنی طرف بُلا رہی ہے میرویش — اچھا اب مجھے پیار کرو۔"

(۹)

"ملکہ لیوڈمیلا جا رہی ہے" — یہ خبر لوگوں میں گشت کر رہی تھی اور اسی سفر کے متعلق لوگوں میں بہت متضاد قسم کے خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن آخر کار سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ زارینہ یہ سفر صرف پوٹیمکن سے ملنے کی غرض سے اختیار کر رہی ہے۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ آرلو سے اُکتا چکی ہے اور اپنی نسل کے پوٹیمکن کے لئے ملکہ کے دل میں پرانی محبت کی چنگاریاں پھر بھڑک اٹھی ہیں۔

اس سے پہلے کہ خوں آشام زارینہ سفر کے لئے اپنی گاڑی میں سوار ہو اس نے

دیکھا کہ ملکہ اپنے دارالمطالعہ میں بڑی بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔ وہ غصہ و حیرت کے ساتھ آج بہت ترنگ میں نظر آتی تھی۔ اور ایک لطیف المعانی گیت گنگناتی ہوئی رہ رہ کر ایک خاص غرور کے ساتھ اپنا عکس آئینے میں دیکھ لیتی تھی۔

"میں حسین ہوں" وہ سرخوشی کے ساتھ بولی "میں نے میرووش کو مسرور بنایا ہے۔ اس معاملہ میں اُس کی بلند ترین اُمیدوں سے بھی آگے بڑھ گئی ہوں اور اب اس کے لئے صرف یہی کام باقی رہ گیا ہے کہ میرے واسطے جان دیدے۔ لیکن اب میں ایک بار پھر اُس سے ملاقات نہیں کر سکتی۔ ایسی ملاقات۔ ایسی شخصی ملاقات مجھے بہت زیادہ بے قابو کر دیگی۔ یہ لو یہ اُس کے لئے میری ہدایات ہیں اور یہ وہ رقعہ ہے جس کی اُسے ضرورت ہوگی یہ کہہ کر وہ دو تحریریں ملکہ نے شہزادی کے حوالہ کیں اس کے بعد وہ اپنی لکھنے کی میز پر گئی اور اس پر سے ایک تحریر اُٹھا کر ایک بار پھر شروع سے آخر تک پڑھی اور پھر اس پر جلدی سے دستخط کر دیئے "اسے پڑھو" وہ بولی۔

شہزادی نے دیکھا کہ یہ ایک حکم نامہ تھا دو افسروں کے نام ـــــ کپتان دلاسیو اور لفٹنٹ تاشکن کے نام ـــــ جو ملکہ کے وفادار تھے۔ یہ دونوں افسر شہر شلوک سلبرگ میں جیل کے اندر شہزادہ الیوان کے محافظ تھے اور اس کے ساتھ ہی اس کے کمرے میں سوتے تھے۔ تحریر میں ان دونوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اگر شہزادہ الیوان کو آزاد کرانے کی کوئی بھی کوشش کی جائے تو یہ لوگ اس کو فوراً قتل کر ڈالیں۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ شہزادہ کی موافقت و حمایت میں ہر روز ایجی ٹیشن بہت خطرناک ہوتا جاتا ہے۔

میں نے اپنی راجدھانی سینٹ پیٹرس برگ کے لئے حفظ ماتقدم کے طور پر سب انتظام کر لیا ہے۔ زاریہ نے شاندار سکون کے ساتھ کہا "آدلو کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔ پاخن یہاں رہے گا۔ میں اس کو تمہارے سپرد کرتی ہوں اس لئے اُس پر

پوری نگرانی رکھو۔ تم اس کے لیے جواب دہ ہوگی۔ میرا لڑکا اور تخت کا آئندہ وارث اس کے پاس رہے گا۔"

شہزادی دانشخو نے کچھ کہنا چاہا لیکن ملکہ نے شاہانہ انداز سے کہا۔ میں پانن کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے دماغ میں یہ سنک سوار ہو کہ میرے لڑکے پال کو شہنشاہ بنانے کے لیے میری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھائے اور خود کو اس لڑکے کا سرپرست قرار دے۔ لیکن پانن دُور اندیش ہے اور ارادے کا کمزور ہے۔ بغاوت کی اوّلین علامات کو دیکھتے ہی تم میرے لڑکے کو اپنے قبضے میں لے لوگی اور اس کو فوراً میرے پاس لاؤ گی۔ فیصلہ کُن وقت پر مشکوک و مشتبہ فوجیوں کو چھوٹے بے ضرر کاموں پر تعینات کر دیجئے جائیں گے اور اگر اب یہ سپاہی بغاوت کی ہمت کریں گے تو لڑنے کے لئے ان کے پاس تلواروں اور برچھیوں کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔ لیکن میرے پاس لیونیا کی فوج ہوگی اور جب میں فتحیاب ہوتی ہوئی اپنی راجدھانی کی طرف واپس آؤں گی تو ان باغیوں کو قیامت کی تباہی کا سامنا کرنا ہوگا ——— اچھا خدا حافظ!"

جس دن ملکہ اپنی راجدھانی اسپنٹ پیٹرسبرگ سے روانہ ہوئی اسی دن میروش اپنے فوجی رسالہ میں واپس چلا گیا۔ جو کہ اس وقت شلوسلبرگ کے اُسی شہر میں مقیم تھا جہاں شہزادہ الیوان متقید تھا۔ فوجی دستے جن میں ہر ایک دستہ ایک سو سپاہیوں پر مشتمل ہوتا تھا قلعہ میں باری باری سے ایک ہفتہ پہرہ دیتے تھے اور آٹھ سپاہی اُس تہہ خانے کے دروازوں پر حفاظت کرتے تھے جہاں اصلی شہنشاہ زار الیوان متقید تھا۔

شلوسلبرگ پہونچنے کے فوراً بعد ہی میروش نے بڑی احتیاط سے ملکہ کی دی ہوئی ہدایات کو اپنے اذہان میں جلا دیا اور اس کے بعد اُن پر عمل کرنا شروع کیا۔ اُس رقم سے جو اس کو شہزادی دانشخو سے ملی ہوئی تھی اُس نے اپنے رسالے کے تین غیر مستقل افسروں اور دو مہاسپیوں کو رشوتیں دی اور اُس نے ان کو بتایا کہ شہزادہ الیوان ہی ان کا جائز و حقیقی

شہنشاہ زار تھا کیونکہ گذشتہ ملکہ ایفیا کی وصیت ہی تھی۔ اس کے بعد میروش نے اُن پر ظاہر کیا کہ اُس نے شہزادہ ایوان کو آزاد کرانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ جلد ہی جب قلعہ میں پہرہ دینے کی اس کی باری آئی تو اس نے اس موقع کو تختے والوں کے متعلق تمام حالات سے واقف ہونے کے لئے استعمال کیا اور آخر کار ۱۶ جولائی کی رات کو بغاوت کے لئے متعین کر دیا گیا۔

اسی رات میروش کی ڈیوٹی کی مدت ختم ہوئی تھی لیکن اس نے ہیبرڈینکو سے جو کہ قلعہ کا فوجی عاکم تھا۔ اپنی مدت کو بڑھانے کی اجازت چاہی۔ اس کی درخواست فوراً منظور ہو گئی اور اس سے قلعہ کی کنجیاں بھی واپس کر دینے کو نہ کہا گیا۔

۱۶ جولائی ۱۷۶۵ء کی رات کو ٹھیک ایک بجے ہی میروش نے قلعہ کا ایک عقبی دروازہ اپنے ساتھی سازش کنندگان کے لئے کھولدیا۔ یہ سب لوگ تیزی سے محافظ خانے میں پہونچے۔ فوجی دستے کے لوگوں کو بلایا اور ایک بلند آواز میں میروش نے حکومت کا ایک جعلی حکمنامہ پڑھ کر سنایا جس کا مضمون یہ تھا ــــ

"چونکہ ملکہ عالیہ ایک وحشی احسان فراموش قوم پر حکومت کرنے سے اُکتا چکی ہیں جو کسی طرح ان کی شاندار اصلاحی کوششوں کے قابل نہیں ہے اس لئے انہوں نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ سرزمین رُوس سے چلی جائیں اور نواب آرلوف سے شادی کر لیں۔"

یہ الفاظ ادا کرتے وقت میروش کی آواز کانپ گئی اس لئے اب جب کہ وہ اپنی سلطنت کی سرحد پر پہونچ چکی ہیں وہ شاہی تاج نامزد شہزادہ ایوان کو عطا کرتی ہیں ــــ لہٰذا لفٹننٹ میروش کو کونسل یہ حکم دیتی ہے کہ شہزادہ ایوان کو قید سے رہا کر دیں اور کسی تاخیر کے بغیر فوراً اس کو سینٹ پیٹرسبرگ لے آئیں۔"

سپاہی خوشی کے نعرے بلند کرنے لگے ان میں سے پچاس سے زیادہ لوگوں نے فوراً اپنے ہتھیار اُٹھالئے ــــ چند نے مل کر میروش کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور بلند نعرے

لگاتے ہوئے یہ سب لوگ حاکم قلعہ کی رہائش کی طرف چل دیئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ حاکم قلعہ بیرڈیکو ابھی تک سونے کے لئے بستر پر نہ گیا تھا۔ وہ پوری وردی میں باہر نکل آیا۔

"حقیقی و جائز شہنشاہ زار یعنی شہزادہ الیوان کے نام پر جس کو تم جائز طور پر قید میں رکھے ہوئے ہو میں تم سے تمہاری تلوار طلب کرتا ہوں؟" میروش نے چلا کر کہا۔ بیرڈیکو نے خاموشی سے اپنی تلوار حوالہ کر دی اور میروش کے حکم سے اس کو اس کی قیامگاہ میں بند کر کے دو سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ اس کے بعد میروش اور اس کی جماعت کے لوگ اس تہہ خانے کی طرف چلے جہاں الیوان قید تھا۔ سنتریوں نے گولی چلائی اور جواب میں ادھر سے بھی گولیاں چلائی گئیں لیکن دونوں طرف کوئی زخمی نہ ہوا۔ سپاہیوں کو فتیلی کارتوس تقسیم کئے گئے تھے۔

میروش سب سے پہلے قید خانے کے دروازے پر پہونچا اور اپنی تلوار کے قبضہ سے اس پر دستک دی۔

"کون ہے؟" کپتان ولاسیو نے پوچھا۔

"آپ کے دوست" میروش نے جواب دیا "کونسل کے حکم پر دروازہ کھول دیجئے"

"ہم ایسا نہیں کر سکتے" لفٹننٹ تاشکن نے کہا۔

"تو ہم دروازہ توڑ ڈالیں گے" میروش چلایا اور اسی لمحہ بہت سے سازشیوں نے دروازے کو دھکیلنا شروع کیا۔

"ہم مقابلہ نہیں کر سکتے" ولاسیو نے پکار کر کہا "ہمیں لازم ہے کہ الیوان کو ہلاک کر دیں۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے۔"

شہزادہ الیوان شور کی وجہ سے بیدار ہو گیا تھا اور زرد چہرہ خوف زدہ آنکھیں لئے ہوئے اپنے بستر پر بیٹھا تھا کہ اچانک دونوں افسر ایک ساتھ اس پر ٹوٹ پڑے

الیوان جھپٹ کر ولاسیو کی طرف بڑھا اور اس کی تلوار چھین لینے کی کوشش کی لیکن اسی وقت لفٹننٹ ناتشکن نے اپنی تلوار الیوان کے جسم میں اُتار دی۔ شہزادہ لڑکھڑایا اور پھر ایک چیخ کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر دونوں افسروں نے اس پر پے در پے وار کرنا شروع کئے۔ یہاں تک کہ آٹھ گہرے مہلک زخم کھا کر وہ اپنے خون کے تالاب میں ڈوب گیا۔ اس کے بعد ولاسیو نے دروازہ کھولدیا اور بولا "یہ ہے تمہارا شہنشاہ زار!"

میروش اور سپاہی جو اس کے قید خانے میں گھس آئے تھے سر جھکا کر مرتے ہوئے شہزادہ کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے اور چند منٹ میں سارا قصہ ختم ہو گیا۔ میروش ایک مضبوط جوش اور گھبراہٹ میں واپس گھوما اور سپاہیوں سے چلّا کر بولا "بھاگو! کیونکہ زار آب مردہ ہے۔ ہماری بہادری کا کارنامہ اس المناک مہلک واقعہ کا باعث بنا ہے۔ میں ایک قیدی کی حیثیت سے خود کو زارینہ کے حوالے کر دوں گا" ۔۔۔۔ ان الفاظ کے ساتھ اس نے اپنی تلوار کپتان کے حوالہ کر دی۔ دوسرے سازشیوں نے بھی اسی وقت اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور رحم کے لئے درخواست کی۔

اسی رات کو قلعہ کے حاکم نے ایک مراسلہ ملکہ کے نام روانہ کیا۔ جب ملکہ کو یہ خبر ملی تو ایک ساعت کے لئے اس کی آنکھوں میں ایک خوفناک مسرت چمک اٹھی لیکن اس کے بعد اس نے اپنے دانت بھینچ لئے اس کو میروش کا خیال آ رہا تھا۔

ایک گھنٹہ کے بعد ہی وہ سینٹ پیٹرسبرگ روانہ ہو گئی۔

(۷)

شہزادہ الیوان کی موت نے راجدھانی میں بڑا اشتعال پیدا کر دیا اور کھلم کھلا شاہی دربار اور ملکہ پر قتل کا الزام لگایا گیا۔ شہر کی آبادی اور محافظ سپاہیوں کے سوئس

میں ایک دبا ہوا جوش و خروش نظر آتا تھا۔ ان امور کے مدِ نظر شہزادی و اسٹمور نے ملکہ کی طرف سے لفٹننٹ جنرل و اعمیر کو حکم دیا کہ میدانی فوجوں کے دستوں کو ان کی چھاؤنی میں ہی مقید رکھے اور ان کو جھوٹے کارتوس تقسیم کئے گئے۔

اس انتشار کے درمیان ملکہ راجدھانی میں واپس پہونچی لیکن وہ پُرسکون اور اپنی فتح کا یقین لئے ہوئے تھی۔ اس کی گاڑی کے پیچھے پیچھے جو ہجوم چلا آتا تھا وہ اس کو ایک حقارت انگیز تبسم کے ساتھ دیکھ رہی تھی اور گاڑی کے دروازے پر اپنی انگلیوں سے ایک ساز سا بجا رہی تھی۔ اسی دن وہ کونسل میں وارد ہوئی اور اس شان سے کہ اس کی پیشانی پُرسکون اور حسیم شاہی سامان کی تمام تر شان و شوکت میں جلوہ گر تھا ——

"ایک خوفناک اور خونریز جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے" وہ شاہانہ تحمل سے بولی "دیوانوں کی ایک جماعت نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے اور بدقسمت شہزادہ ایوان کو آمادہ کرنے اور ہمارے تخت پر بیٹھانے کی دیوانگی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ شہزادہ کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ شہزادے کے متعلق جس کے ساتھ میرے پیش رو حکمرانوں نے ایک شاہی قیدی کا سلوک کیا ہے میں نے صرف ان احکام کی تصدیق کی تھی جو میری تخت نشینی سے پہلے والی حکومت نے افسروں کو دیئے تھے جن کے ذمہ شہزادہ کی نگرانی اور حفاظت کا کام تھا اس سلطنت کی ایک مطلق العنان حکمراں کی حیثیت سے مجھے یہ پورا اختیار حاصل ہے کہ ایک کمیشن کا تقرر کروں۔ اور اس کے ذریعہ اپنی آنکھوں کے سامنے اس جرم کی تحقیق و تفتیش کراؤں جس کا ارتکاب شل سلبرگ کے قلعہ میں کیا گیا ہے۔ لیکن اس المناک حادثے میں میرا دل اس قدر زیادہ متاثر ہوا ہے کہ اس موجودہ خصوصی حالت میں میں اپنے غیر محدود اختیارات سے خود کو دست بردار کر کے کونسل کو پوری طرح اس امر کا مجاز بناتی ہوں کہ قتل کے جرم میں جو لوگ ماخوذ ہیں ان کے خلاف قانونی کارروائی کرے اور ایک عدالت عالیہ کی حیثیت سے قانونی

سزائیں تجویز کرے جن کی کوئی اپیل نہ ہوگی۔"

اگرچہ اس اعلان کا فتنی اثر کونسل پر بہت زیادہ پڑا لیکن عام لوگوں نے اس کو شبہ کی نظروں سے دیکھا اور ہر طرف یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ اس عدالت کے لئے کونسل کے جن بارہ اراکین کو منتخب کیا گیا ہے وہ ملکہ کے پالتو کتے ہیں۔ اور یہ پورا واقعہ ایک خوفناک و عظیم سازش کا نتیجہ ہے۔

اسی اثناء میں میرؤش اور اس کے ساتھی مجرمین کو زنجیروں میں باندھ کر سینٹ پیٹرسبرگ لایا جا چکا تھا۔ اس وقت میرؤش کی حالت سے اس قدر لاپرواہی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا کہ لوگوں کو شک و شبہ پیدا ہو گیا۔ پہلی مرتبہ بازپرس کے موقع پر میرؤش نے سکون کے ساتھ یہ بیان دیا کہ اس کا مقصد زارینہ کی حکومت کا تختہ الٹ دینا اور جائز اور حقیقی شہنشاہ زار کو آزاد کرنا تھا۔ مقدمہ کے دوران اس سے جو بھی سوالات کئے گئے ان سب کے جوابات اس نے اسی انداز میں دیئے اور اسی طرح صاف صاف۔ بے محابا اور اپنے بیانات میں کسی ایک مرتبہ بھی متضاد باتیں نہ بیان کرتے ہوئے اپنے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ پھر اگر ظالم زارینہ اپنے احمق "شکار" سے پوری طرح مطمئن تھی تو کیا تعجب تھا۔

آخر کار ۲۰ ستمبر ۱۷۶۵ء کے دن اس تاریخی مقدمے میں سزا کا اعلان کیا گیا سماج کے پہلے تین بلند ترین طبقات کے نمائندوں اور کمیشن کے سب صدسیوں نے متفقہ طور پر میرؤش کو ایک باغی اور ایک غدار کی حیثیت سے مجرم قرار دیا اور تبر کے ذریعہ گردن زنی کی سزا تجویز کی گئی اس نے خاموشی سے اس سزا کا اعلان سنا اس کے بعد اس نے سر جھکا یا اور عجیب تبسم اس کے زرد چہرے پر کوند گیا۔ اس ساتھی مجرموں کو جن کی تعداد ۸۹ تھی مختلف سزاؤں کا مستوجب قرار دیا گیا۔ کچھ کو گولی سے اڑانے کا حکم سنایا گیا۔ اور یہ تمام سزائیں کا حکم ملکہ کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ وہ اس کی

توثیق کر دے۔

زار بینہ اپنے دارالمطالعہ میں آتشدان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور شہزادی دانشمند کو دو امیر کا ایک خط پڑھ کر سنا رہی تھی۔ عدالت کے نمائندے نے فیصلہ کا مسودہ اس کو دیا۔ ملکہ نے ایک نظر اس طرف ڈال کر لاپرواہی سے مسودہ کو ایک الماری کے اوپر پھینک دیا اور قونصل کے نمائندے کو اپنے سر کی ایک دلفریب جنبش سے جانے کا حکم دیا۔

"یہ عدالت کا فیصلہ ہے" شہزادی نے انتہائی اضطراب سے کہا۔

"ہاں — میروش کو گردن زنی کی سزا سنائی گئی ہے" ملکہ نے لاپرواہی سے کہا

"کیا آپ اس پر دستخط کر دیں گی؟" شہزادی نے تیزی سے کہا۔

پہلے اس خط کا باقی حصہ سن لو" ملکہ بولی۔

شہزادی کے جسم میں ایک سرد لہر بھری دوڑ گئی۔

جب زار بینہ خط سنا چکی تو اس نے الماری پر سے فیصلہ کے مسودے کو اٹھایا اور اس کو اپنے زانو پر پھیلا لیا — ذرا ایک قلم دو مجھے شہزادی!" وہ بولی۔

"آپ میروش کے پروانۂ موت پر دستخط کر رہی ہیں؟" شہزادی چلا کر بولی

"یقیناً — لاؤ مجھے قلم دو"

شہزادی سستی سے اٹھی۔

"جلدی کرو" زار بینہ بولی۔

شہزادی نے اسے قلم دیا تو ملکہ نے عجلت سے اس کو لیا اور اپنے عاشق کے پروانۂ موت پر پورے جوش کے ساتھ دستخط کر دیئے۔

"لیکن یقیناً آپ اس سزا کو عمل میں آنے کی اجازت نہ دینگی؟" شہزادی نے بلند آواز میں کہا "آپ ایسا نہیں کر سکتیں"

"آخر کیوں — میری عزیزہ ؟"

"پانی اس سے ملنے گیا تھا" شہزادی بولی۔ میروش کو اعتماد ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے گا۔"

زاریہ نے اپنے شانوں کو حرکت دی۔ اور ایک تبسم کے ساتھ بولی — "میں ضرور اس کو معاف کر دیتی اور جلاوطن کر دیتی لیکن کیا وہ میرے بغیر زندہ رہ سکیگا ؟ اور اگر وہ زندہ رہ بھی سکے تو اس حالت میں تو میں انتہائی مسرت کے ساتھ اس کا سر اڑانے کی اجازت دونگی۔"

"آپ مالک ہیں جس طرح چاہیں اس کا مذاق اڑا سکتی ہیں۔"

"اچھا سنجیدگی سے ہی سہی شہزادی" ملکہ نے ایک سخت و سیاہ جس چہرہ کے ساتھ کہا۔ "سارے یوروپ میں مجھ پر اس قتل کا الزام لگایا جا رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ میں نے میروش سے ساز باز کر لیا ہے اگر اب میں میروش کو بچانے کی کوشش کروں تو میرا فعل لوگوں کو شک و شبہ پر مبنی تصدیق ثبت کر دے گا — اس لئے میں میروش کو قربان کرنے پر مجبور ہوں۔"

لیکن اگر آپ نے میروش کے کردار کو سمجھنے میں غلطی کی ہو تو کیا ہوگا ؟ شہزادی نے کہا "اس کو اب رحم و کرم کی امید ہے۔ فرض کیجئے کہ جب وہ یہ دیکھے کہ اس کو فریب دیا گیا ہے اور موت سے قبل کچھ راز فاش کر ڈالے تو کیا ہوگا ؟"

"اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے" ملکہ نے کہا "وہ دو ماہ سے زنجیروں میں مقید پڑا ہے اور وہاں قید خانے میں سردی بھی بہت ہوتی ہوگی ان حالات میں اگر اس کا جوش محبت مر گیا ہو — اگر اس کے حواس کا نشہ اتر چکا ہو تو ؟"

ملکہ پشت کی طرف سہارا لے کر نیم دراز ہو گئی اور چھت کی طرف دیکھنے لگی — وہ بولی "میں اس سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں — مجھے اس سے ضرور ملنا پڑے گا —

غریب بدبخت! ـــ اب اُسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اُسے مرنا ضروری ہے لیکن زندگی کے آخری لمحے تک اس کو یہ بھی یقین رہنا ضروری ہے کہ میں اُس سے محبت کرتی ہوں اور یہ سب کچھ ایک صبر آزما مذاق ہے ـــ اسی یقین کی حالت میں اُس کی گردن پر جلّادکی تلوار پڑنا چاہیئے۔"

(۸)

آج اس کی زندگی کی آخری رات تھی اور میرفش اپنے سرد و تاریک زنداں میں نم آلود پیال پر اس طرح پڑا ہُوا تھا کہ اس کا چہرہ زمین کی طرف تھا اور عجیب خیالات اور احساسات اس کے دماغ اور دل سے گذر رہے تھے۔ اُس نے تصور میں اپنی ماں کو دیکھا جو اس کو اُس کی قوم کی پُرانی کہانیاں اور حیرت ناک روایات سنایا کرتی تھی اور جو اس کے لئے فرّاتی قوم کے گیت گایا کرتی تھی جن کے اندر آزادی اور زندگی کی تڑپ تھی۔ اس نے اپنے بوڑھے ملازم کو دیکھا جو فوجی چھاؤنی تک اُس کو پہنچانے آیا تھا اور جس نے اپنے حقیقی بیٹے کی طرح اس کی نگہداشت کی تھی اور جو ایک باپ کی طرح اس کو بُرا بھلا کہتا تھا۔ اگر کبھی وہ ساری رات قمار بازی یا شراب نوشی میں گذار کر گھر آتا تھا۔ یہ دونوں بہت دن ہوئے اپنی قبروں میں سو چکے تھے اور اب وہ تنہا تھا ـــ تنہا اپنے قید خانے میں ـــ اپنی زنجیروں میں۔ حد یہ کہ اب وہ بھی اس کو چھوڑ چکی تھی جس کے ساتھ وہ دیوانہ وار محبت کرتا تھا اور جس کی خاطر وہ ایک باغی اور ایک قاتل بن چکا تھا۔

نہیں! ـــ وہ ابھی اس کو نہیں بھولی تھی۔

دیوار میں ایک کھڑکھڑاہٹ سی ہوئی اور ایک دروازہ پیدا ہو گیا۔ ہوا کا ایک جھونکا اس کے جسم پر سے گذر گیا۔ ایک لباس سرسرایا ـــ اور وہ اُٹھ بیٹھا۔ زلیخا اس کے پاس کھڑی تھی اور وہ ـــ وہ اس کے قدموں میں لیٹا تھا اور ان کو بوسے دے رہا تھا اس طرح کہ آنسوؤں کو شرابور کر رہے تھے۔

ملکہ ایک خفیہ دروازے سے اس کے پاس آئی تھی اور ہاتھ میں ایک مشعل لئے ہوئے ایک حلقے میں دکھدیا اور حمدلی کی شان سے اس کی طرف جھک گئی ——————

"یہاں بہت سردی ہے" وہ اپنے قیمتی لبادے کو اپنے کانپتے ہوئے جسم پر درست کر کے بولی "تم بہت زرد ہو گئے ہو۔ کیسے مزاج ہیں میرو ش؟"

"میں بالکل اچھا ہوں" میرو ش نے اپنا سر اس کے گھٹنوں کے سہارے ٹیک کر اور آنکھوں کی ایک ایسی چمک کے ساتھ کہا جیسے وہ بخار میں مبتلا ہو "صرف کبھی کبھی۔۔۔۔"

"صرف کبھی کبھی خوف و دہشت سے مغلوب ہو جاتا ہوں" وہ بولا "کیونکہ میں بہت طویل عرصے تک قید خانے میں رہ چکا ہوں اور مجھے موت کی سزا سنا دی گئی ہے اور تم نے اس سزا کی توثیق کر دی ہے۔ اب یہ خوف بہت خوفناک حد تک اصلیت بن گیا ہے۔ زاریہ! میں نے تمہاری خواہش کے مطابق خود کو پوری طرح تمہارے ہاتھوں میں دیدیا تھا اور اب میں پوری طرح تمہارے رحم و کرم پر ہوں ایک کھلونے کی طرح! —— پھر میری حالت تو کھلونے سے بھی بدتر ہے کیونکہ کھلونے کے پاس نہ تو احساس ہوتا ہے۔ نہ کوئی خیال اور نہ تصور —— اور میں بہت کچھ تصورات رکھتا ہوں۔ میں نے اس قدر طویل مدت سے تمہیں نہیں دیکھا ہے کہ تم میرے نزدیک اجنبی بن گئی ہو —— اور —— میری زندگی اور موت کا انحصار تم پر ہے۔"

ملکہ خاموش رہی۔

"کیا تم اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

میرو ش نے کہا "اُف! اگر تم مجھ سے اکتا گئی ہو اور میرے لئے تمہارے دل میں کوئی رحم نہیں تو۔ تو —— مگر پھر تو یہی اچھا ہے کہ میں مر جاؤں۔"

زاریہ نے دلکش ادا کے ساتھ اپنی اونی چادر اٹھائی اور نیچے پیال پر بیٹھ کر اس نادار انسان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ یہ تصور اپنے اندر ایک لذت انگیز خوف و دہشت رکھتا

تھا کہ یہی سر جو اس قدر دیوانہ وار آج اس کی محبت کے خواب دیکھ رہا ہے اور اس وقت اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان دل کی طرح دھڑک رہا ہے لگھے ہی دن جلاد کے تیر سے کٹ کر گرے گا۔ اور خاک و خون میں آلودہ ہو جائے گا۔

"ہم ایک خوفناک کھیل کھیل رہے ہیں۔"

وہ بولی "لیکن اس کو آخر تک کھیلنا ضروری ہے اس میں تم کو جو اذیت سہنا پڑے۔ اُس سے میں تم کو بچا نہیں سکتی کھلم کھلا مجھ پر تمہارے ساتھ ساز باز کرنے کا الزام لگایا جا رہا ہے اور میں اس وقت تمہارے لئے معافی کا حکم نہیں دے سکتی جب تک تم ٹھیک جلاد کی تلوار کے نیچے نہ پہونچ جاؤ ——————" تیرداش نے دہشت کے عالم میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف ایک بچہ کی طرح دیکھا۔

"کسی بات سے ڈرو" وہ بولی اور اس کو اپنے سینے پر اُوپر کھینچ لیا۔

"مجھے دھوکا نہ دو" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں التجا کی "اگر تمہارے لئے میری جان لینا ہی ضروری ہے۔ تو مجھے بتا دو کیونکہ میں خوشی سے تمہارے لئے مر جاؤں گا۔"

ملکہ نے ایک عجیب انداز میں مسکرانے کی کوشش کی اور بڑی محبت اور نرمی سے اپنے ہونٹوں سے اپنے قم آلود لذیذ ہونٹوں کو اس کے قریب لائی اور اس کے لبوں کو چوم لیا۔ اس کی آغوش میں تیرداش کو ایک ہذیانی کیفیت سی محسوس ہوئی۔ اور زنداں کی سخت دیواریں تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے غائب ہو گئیں۔

جب تم سے تختۂ دار پر چڑھنے کو کہا جائے تو بہادری سے قدم بڑھانا کیونکہ میں یہ نہیں چاہتی کہ لوگ تمہارے چہرے پر موت کا خوف دیکھ کر ہنسی اڑائیں اپنے دل کو مطمئن رکھنا —— میں خود تمہارے لئے معافی نامہ لے کر آؤں گی اور حکم موت کو ظاہر کرنے والے سفید رومال کی جگہ تم کو میرا رنگین لباس لہراتا نظر آئے گا۔" یہ کہہ کر ملکہ نے اس کو سینے سے لگا لیا۔ بڑی دیر تک اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی رہی اور اس کے بعد کھڑی ہو گئی۔

میروش نے اپنا جلتا ہوا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان اٹھایا اور کہا۔
"اگر تم نے مجھے فریب دیا تو یقیناً تم ایک شیطان کی طرح بے رحم ہو"

"یا ایک حسین و جمیل پیرو" ملکہ نے ہنستے ہوئے کہا لیکن اس کی ہنسی کچھ ایسی بھیانک محسوس ہوئی کہ میروش ایک شدید دہشت سے مغلوب ہو گیا اور اس کے سامنے خود کو گراتے ہوئے مایوسی کے عالم میں اس کے گھٹنوں سے لپٹ گیا ——
"میں کانپ اٹھتا ہوں یہ سوچ کر کہ مبادا تم مجھ پر رحم نہ کھاؤ۔ مبادا تم مجھے موت کے جبڑوں میں پس جانے دو! — میں تمہارے سامنے کانپ جاتا ہوں۔ خدا کے لئے مجھ پر ترس کھاؤ"

زاریہ ہنسی اور بولی "تمہاری یہ کپکپی تو صرف اس وجہ سے ہے کہ یہاں بہت سردی اور نمی ہے۔ دیکھو میں بھی تھر تھر رہی ہوں —— اب مجھے جانا چاہئے ——" اس نے سکون کے ساتھ خود کو میروش کی گرفت سے آزاد کیا اور مشعل کو اٹھا لیا۔ میروش کے ہاتھ زاریہ کے جسم پر سے ہوتے ہوئے نیچے گرے اور وہ اس کے سامنے دوزانو ہو گیا —— بے زبان اور بے حس! — جیسے ایک غلام اپنے آقا کے سامنے — جیسے ایک مجرم کسی جج کے سامنے۔

"میں بے پناہ اذیت برداشت کر رہا ہوں زاریہ!"

"مجھے خوشی ہے کہ یہ سب کچھ تمہاری خاطر ہے —— دروازے پر پہونچ کر وہ ایک بار میروش کی طرف پلٹی اور مہربان آواز میں بولی — بہت جلد تم رہا کر دیئے جاؤ گے۔ خدا حافظ! —— الوداع!"

صبح سویرے ہی تھی اور چھتوں اور مکانوں پر بہت کافی برف جما ہوا تھا۔ آسمان میں سورج ایک سرخ دھوئیں کی گیند کی طرح تیرتا نظر آتا تھا۔

سپاہیوں کا دستہ جب میروش کو تختہ موت کی طرف لے جانے کے لئے آیا تو

اُنھوں نے دیکھا کہ وہ اپنے چہرے پر ایک روشن تبسم کے ساتھ سو رہا تھا۔ لیکن جب اُس نے زندان کے فرش پر بیدردوں کے کندوں کی کھڑکھڑاہٹ سُنی تو وہ بے دار ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ اُس عورت کی خیالی تصویر جس کے ساتھ اُس کو اس درجہ دیوانہ وار عشق تھا۔ اس کے خوابوں سے غائب ہو کر ایک وحشتناک حقیقت میں تبدیل ہو گئی اور اس کے دِل کو انتہائی شیریں اُمیدوں سے معمور کر دیا۔ نہیں وہ اس قدر خوفناک حد تک بے رحم نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اس سے دغا نہیں کر سکتی تھی!

میروش اُٹھ کھڑا ہوا اور حوصلہ مند مضبوط قدموں کے ساتھ اپنے زنداں سے روانہ ہو گیا کیونکہ مسرت و آزادی اُسے بُلا رہی تھی۔ اُس نے باہر کی تیز ٹھنڈی ہوا کا جو اس کی پیشانی کی جلن کو کم کر رہی تھی خیر مقدم کیا اور گلابی روشنی اور لگری ہوئی برف کو خوشی کے ساتھ خوش آمدید کہا۔

سینہ تانے ہوئے اور ہونٹوں پر ایک مُسکراہٹ لئے ہوئے وہ اپنے شانوں پر ایک بھدا فوجی لبادہ ڈالے ہوئے سپاہیوں کے درمیان آگے بڑھا۔ راسبدھانی میں گذشتہ ۲۲ سال سے کسی کو گردن زنی کی سزا نہیں دی گئی تھی۔ قرب و جوار سے دیہاتی لوگ کثیر تعداد میں جمع ہو گئے تھے اور میروش اور اُس کے محافظ سپاہیوں کا یہ مختصر سا جلوس پُر ہجوم سڑکوں پر صرف آہستہ آہستہ ہی آگے بڑھ سکتا تھا۔ مکانات کی ہر ایک کھڑکی اور بالاخانہ تماشائیوں سے معمور تھا۔ ایک ایک قدم پر میروش تختۂ موت سے قریب ہوتا جا رہا تھا — اس تصور سے اس کا چہرہ زرد ہو گیا اور وہ کانپنے لگا۔ مذہبی رہنماؤں نے اس گناہ اور اس کی پاداش اور ابدی زندگی کی بابت تقریریں سنائیں۔ لیکن اس نے کچھ بھی نہ سُنا۔ اس کے کانوں میں صرف زاریہ کے یہ الفاظ گونج رہے تھے کہ "میں خود تمہارے لئے معافی نامہ لیکر آؤں گی۔"

لیکن یہ بہت صبح سویرے کا وقت تھا اور صبح کا کہرا ہنوز زمین پر چھایا ہوا

تھا ——

فرض کرو کہ نازنین اسے بھول جائے ؟ —— کیا ہوگا اگر وہ وقت پر بیدار نہ ہوئی ؟ —— وہ پہلے ہی تختۂ موت کے اس قدر قریب پہنچ گیا تھا کہ وہ چبوترہ چاروں طرف ہجوم کے اوپر اس کو صاف نظر آ رہا تھا۔ چبوترے کے چاروں طرف ایک فوجی رسالہ مربع کی شکل میں کھڑا تھا جس کے اندر صرف چند بلند مرتبہ خواتین کو جانے کی اجازت دی گئی تھی جو وہاں شاندار نشیمنے کی پوشاک میں ملبوس بیٹھی تھی اور اپنی دوربینوں سے میروش کے چہرے پر نظریں دوڑا رہی تھیں۔ تاکہ اس کے چہرے پر موت کی اذیت کا ہر ایک تشنج اچھی طرح دیکھ سکیں۔

عدالت عالیہ کے اراکین نے تختۂ موت کے قریب اس کا خیر مقدم کیا اور اپنی سنجیدگی کے ساتھ اس کی فرد جرم اور سزا کا حال بلند آواز سے دہرایا گیا۔ میروش نے اپنی آنکھوں سے عمائے انصاف کو ٹوٹتے اور مشعل کو بجھتے ہوئے دیکھا۔

اس کے بعد اس کو جلاد کے حوالے کر دیا گیا جب اس کے ہاتھ پشت کی طرف باندھے جانے لگے تو وہ کانپ اٹھا کیونکہ اس کو محسوس ہوا کہ اب اس کی زندگی اس کی محبوبہ کے رحم و کرم یا بیدردی و سفاکی کے سپرد ہو چکی ہے "میں خود تمہارا معافی نامہ لے کر آؤں گی" وہ بڑبڑایا اور اس کے چہرے پر جو خوفناک حد تک زرد تھا ایک نرم تبسم پھیل گیا۔

وہ ابھی تک رکے ہوئے تھے۔ وزیر پولیس نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا اور جلاد کے کان میں کچھ کہا کیونکہ اس کو یہ حکم ملا تھا کہ ایک خاص وقت تک معافی نامہ کا انتظار کرے۔

آخر کار وہ میروش کو چبوترے کی سیڑھیوں پر چڑھاتے ہوئے لے گئے۔ میروش اوپر پہنچ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے چاروں طرف نظر ڈالی۔ چبوترے کو ایک زبردست ہجوم محصور کئے ہوئے تھا اور ہر طرف ایک موت سی خاموشی طاری تھی۔ ابھی تک کسی طرف

کوئی حرکت ایسی نہ ہوئی تھی جو کہ ملکہ کی آمد کا اعلان کرتی ۔

میروش پر ایک شدید خوف چھا گیا اور اس کی ٹانگوں نے جواب دیدیا ۔ سامنے وہ خوفناک تختہ موجود تھا اور جلاد اس پر اپنا تیر رکھے ہوئے کھڑا تھا ۔ انہوں نے میروش کی آنکھوں پر پٹی باندھنی چاہی لیکن میروش نے انکار کر دیا ۔ اور شمال کی طرف دیکھنے لگا ۔ وہ جانتا تھا کہ ملکہ ضرور اسی طرف سے آئیگی ۔ اس کی پیشانی پر عرق پسینہ تھا اور اس کو اپنا دل حلق میں تڑپتا محسوس ہو رہا تھا ۔

ٹھیک اسی وقت اس کی نظر ایک برف گاڑی پر پڑی جو ایک تیر کی طرح تیزی سے اس طرف آ رہی تھی ۔ گاڑی اور قریب ۔ اور قریب آتی گئی ۔ یہ ملکہ ہی تھی ۔ اس کا سرخ رنگین لباس سورج کی کرنوں میں چمک رہا تھا ۔

وہ ایک تبسم کے ساتھ دوزانو ہو گیا ۔ ایکبار پھر اس نے زآرینہ کی گاڑی کیطرف دیکھا اور صاف صاف اس کو پہچان لیا ۔ ہجوم پیچھے اور آگے کی طرف ہٹنے لگا ۔ میروش نے اپنا سر تختہ موت پر رکھدیا اور قہقہہ لگایا ۔

ملکہ اپنی عجیب گاڑی میں نرم جانوروں کی کھالوں پر آرام سے سہارا لئے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی ۔ وہ ایک سرخ مخمل کا بالائی لبادہ پہنے ہوئے تھی جس پر سفید کا حاشیہ لگا ہوا تھا ۔ میروش ہر بات بالکل صاف صاف دیکھ رہا تھا ۔ زآرینہ کے حسین و جمیل سر پر ایک اونچی بالوں کی خوبصورت ٹوپی تھی ! ۔ آج وہ ایک دیوی معلوم ہوتی تھی جو زندگی دیتی اور لیتی ہے ۔ اس کے پہلو میں شہزادی واشنغو بیٹھی ہوئی تھی جو بُری طرح کانپ رہی تھی ۔

ملکہ کی گاڑی مجمع کے درمیان شگاف پیدا کرتی ہوئی آگے آئی اس نے تختہ موت کی طرف دیکھا ۔ اس نے میروش کو سر جھکائے ہوئے دوزانو دیکھا ۔

ہوا میں ایک بجلی سی کوند گئی اور شہزادی واشنغو نے اپنی آنکھیں بند کر لیں ۔ اور پھر جلاد نے ایک خون آلود سر ہاتھوں میں اوپر اٹھایا اور تمام ہجوم کو دکھانے لگا ؛

پُراسرار قتل

(۱)

ملک کا نامور سراغرساں وکیل مسٹر رشکی اپنے دفتر کی شاندار عمارت کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا صبح کے تازہ اخبارات کی اُن عبارتوں کو بغور پڑھ رہا تھا جن پر اُس کی فرمی شناسی و تعین سیکرٹری مس فیروزہ نے سُرخ پنسل سے نشانات لگا دیئے تھے۔ یکایک چپڑاسی نے دروازہ کھلا اور مخلقہ کرنے میں سے فیروزہ اندر داخل ہوئی۔ "مسٹر فریدی صاحب آپ سے فوری ملاقات چاہتے ہیں اور اس کے لئے ہر ایک فیس دینے پر تیار ہیں۔"

"فریدی صاحب؟" رشکی بولا۔ "یعنی مسٹر فریدی صابر کے علاوہ دوسرے؟"

"جی ہاں وہی۔ باہر کمرے میں منتظر ہیں۔"

"خوب! دیکھو فیروزہ۔ ذرا ان حضرت کو دس پندرہ منٹ تک باہر ہی باتوں میں بہلائے رکھو۔ تم جیسی فہیم و حسین شخصیت کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں۔" رشکی نے مسکرا کر کہا۔

فیروزہ نے متبسم چمکیلی آنکھوں کے ساتھ "شکریہ" کہا اور واپس ہو لی۔ اس کے جاتے ہی

رشکی نے جلدی سے اخبار کو اُلٹ پلٹ کر کے ایک خاص صفحہ کھولا اور تیزی سے پڑھنا شروع کیا اس پورے صفحہ پر موٹی چھوٹی سرخیوں کے ساتھ بمبئی کے کروڑپتی نریمان صابر کے قتل کے حالات شائع ہوئے تھے۔ نریمان صابر کی عمر ساٹھ برس کے قریب تھی اور وہ کاروباری زندگی سے دست کش ہو کر اپنی زندگی بے مقصد و پر اسرار خلوت پسندی کے تحت گذار رہا تھا۔ بمبئی اور گوا کے درمیان ساحلی پہاڑوں کے درمیان اس نے کوہستان کی بلندی پر ایک مکان تعمیر کرایا تھا جہاں ادھر اُدھر گھومنے کے بعد باقی اوقات گذارتا تھا لوگ اس کو سنکی کہتے تھے۔ کوہستانی مکان میں جس کو اُس نے "آشیانہ" کا نام دیا تھا اس کی دلچسپی کی وجہ عزلت و تنہائی کے علاوہ یہ بھی تھی کہ پہاڑی کے دامن میں ایک خوبصورت اور وسیع جھیل تھی۔ جس پر محکمۂ سرکاری حکام کا کنٹرول تھا۔ کیونکہ وہ مچھلی کے شکار کا مرکز تھی اور ہر شکاری کو مقررہ ٹیکس دے کر وہاں دلچسپی و شکار کی اجازت ملتی تھی اس کے علاوہ نریمان کو اگر کوئی شغل پسند تھی تو پرانی کتابوں کی تلاش اور بڑے بڑے کتب خانوں میں وقت گذارنا۔ اپنی گذشتہ زندگی میں نریمان ایک ٹھوس عمل انسان تھا۔ جس نے زندگی سے جنگ کر کے کروڑوں کی دولت جمع کی تھی۔ کاروبار سے دست کش ہونے کے بعد اُس نے سارا انتظام اپنے بیٹے عزیز صابر کے حوالہ کر دیا تھا۔

۲۰ ستمبر کو منگل کے دن جھیل میں شکار کا بیزن شروع ہونے والا تھا اور سرکاری جنڈ شیں بجنے والی تھیں۔ نریمان شکار کے پیشتر ہی دن جھیل پر پہونچنا چاہتا تھا اس لئے وہ اپنے کوہستانی مکان "آشیانہ" میں چلا گیا تھا۔ پولیس کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اُس رات نریمان اپنی الارم گھڑی میں ساڑھے پانچ کا الارم لگا کر جلد ہی سونے کے لئے لیٹ گیا تھا۔ وقت پر بیدار ہوا خود ناشتہ تیار کیا۔ اور جھیل کے شکار کا سامان لے کر جھیل کی طرف نکل گیا۔ وہ پھر کے قریب "آشیانہ" میں واپس آیا اور کچھ مچھلیاں بھی پکڑ کر لایا تھا اس کے کچھ دیر بعد ہی نریمان کو قتل کر دیا گیا۔ قتل کے وقت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ پولیس نہیں لگا سکی۔ قتل کا مقصد ظاہر چوری نہ تھا کیونکہ نریمان کے پاس نوٹوں سے بھرا ہوا ایک بٹوہ اور ہاتھ میں ہیرے کی انگوٹھی محفوظ

پائی گئی۔ قتل ایک چھوٹی نال والے پرانے قسم کے ریوالور سے کیا گیا تھا جو عام طور پر اب نایاب ہے۔ گولی ٹھیک قلب کے پار ہو گئی تھی اور بہت قریب سے چلائی گئی تھی۔ کمرے میں ترہان کا محبوب طوطا اس کی لاش کے پاس پایا گیا۔ قاتل نے ترہان کی جان لی لیکن طوطا اس کے نزدیک رحم کی چیز تھی کیونکہ اُس نے طوطے کے پنجرے کا دروازہ کھول دیا تھا اور قریب ہی پیالی میں کچھ پانی اور کچھ غذا رکھدی گئی تھی۔ غذا پولیس کو وہاں دستیاب ہوئی لیکن پانی کی پیالی خشک تھی۔ مکان کے کچھ فاصلے سے ایک پہاڑی سڑک گذرتی تھی اور دُور کچھ آبادی تھی۔ لیکن کئی روز تک کسی کو خبر نہ ہوئی کہ آشیانہ میں ایک لاش کے پاس ایک طوطا نگرانی کر رہا ہے۔ اتفاق کے بل اتفاقیہ کچھ لوگ ادھر جا نکلے تو انہوں نے طوطے کو بولتے ہوئے سُنا۔ یہ طوطا حیرت ناک قسم کا تھا اور خوب بولتا تھا ــــ وہ چلّا کر کہہ رہا تھا "مٹھو بھوکا ــــ بھوکا ــــ روٹی دو۔ اُلو کے پٹھے روٹی دو" یہ سُن کر ایک ہمسایہ وہاں پہونچا اور لاش کو دیکھ کر پولیس کو مطلع کیا۔

رشکی نے یہ سب پڑھ کر اخبار بند کر دیا اور باہر بیٹھے ہوئے ملاقاتی کو طلب کیا۔ جب فریدون صاحب سامنے کرسی پر بیٹھ چکا تو رشکی بولا "فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

فریدون نے ایک نظر میز کی طرف ڈالی اور کہا "اخبارات سے آپ کو سب کچھ معلوم ہی ہو چکا ہوگا اس کو بیان کرنا بیکار ہے کہ میری سوتیلی ماں سارہ پر نظر رکھیں اور اس کے ہاتھوں میرے کاروبار کو تباہ ہونے سے بچائیں۔ میرے پاس اس یقین کے قوی وجوہات ہیں۔ کہ والد مرحوم نے کوئی وصیت نامہ مقرر لکھا ہوگا اور تمام املاک میں سے بیشتر حصہ میرے نام چھوڑا ہوگا اور مجھے ہی تمام انتظامی معاملات سپرد کئے ہوں گے لیکن وہ وصیت نامہ مجھے کاغذات میں نہیں مل سکا اور مجھے ڈر ہے کہ وہ میری سوتیلی ماں کے قبضے میں ہے وہ اس کو ضائع کر سکتی ہیں۔ اور کاروبار کو اپنے انتظام میں لینے کا دعوےٰ کر سکتی ہیں ــــ میں یہ نہیں چاہتا۔"

"تو آپ اپنی سوتیلی ماں کو پسند نہیں فرماتے؟" رشکی بولا

"جی ہاں ــــ بالکل نہیں"

"آپ کے والد نے سٹارہ صاحبہ سے کب شادی کی؟"

"تقریباً دو سال پہلے"

"کوئی اولاد ہوئی؟"

"نہیں۔ لیکن شادہ صاحبہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا موجود ہے"

"کیا آپ کے والد صاحب کی یہ آخری شادی کامیاب ہوئی؟ کیا ان کی زندگی مسرور تھی؟" رشکی نے پوچھا۔

"نہیں ـــــ وہ بہت غموم رہتے تھے۔ ان کو احساس تھا کہ ان کی دولت کی وجہ سے ان کو شادی میں پھانس لیا گیا ہے اگر ان کو بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو شاید وہ اس سول میرج کو ختم کرنے کے لئے عدالت میں بھی درخواست دیدیتے"

"پھر؟"

"میرے تمام قانونی معاملات مشہور بیرسٹر شنکر کے سپرد ہیں لیکن یہ معاملہ اُن کے بس کا نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ قاتل کا سراغ لگانے میں پولیس کے ساتھ تعاون کریں۔ رہا آپ کی فیس کی بات تو وہ حاضر ہے فی الحال"

یہ کہہ کر فریدوں نے نوٹوں کا ایک گڈا رشکی کی میز پر رکھدیا اور ایک تحریر اس امر کے متعلق دیدی کہ رشکی اس کے وکیل ہیں اور تمام معاملات میں دخل دینے کا حق رکھتے ہیں۔

"آپ بہت تعاون سے آدمی ہیں" رشکی نے کہا۔

"میری کوشش تو یہی ہوتی ہے"

"بہت خوب" رشکی نے جواب دیا۔ "آپ عام باتوں کے علاوہ اس معاملہ کے متعلق کوئی مخصوص چیز بتانا چاہیں تو وضاحت سے فرمائیں"

فریدوں کرسی پر تکیہ لگا کر سنبھل بیٹھا اور بولا ـــ "دو تین باتیں آپ سے مخصوص عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ میری والدہ ایک حد تک قسم کی صابر و مستقل مزاج خاتون تھیں

اور والد صاحب کو اُن سے عشق تھا۔ زندگی بھر کبھی ایک بھی سخت لفظ کسی نے استعمال نہیں کیا ان کی موت کے بعد میرے والد صاحب سارہ کے دائم تنزیہ میں پھنس گئے۔

سارہ ہمارے گھر میں ملازمہ تھی اور اس نے دولت کے لالچ میں والد صاحب پر اس طرح ڈورے ڈالے کہ وہ فریب کھا گئے کیونکہ ان کو اس قسم کی عورتوں کا کوئی تجربہ نہ تھا۔"

مسز سارہ صابر اب کہاں ہیں۔"

"ڈھائی مہینے ہوئے وہ ساری دنیا کے لئے سفر پر روانہ ہوئی تھی۔ اب کل تک وہ یہاں آ جائیگی۔"

اس میں شک نہیں کہ سب سے بڑی اولاد نرینہ ہونے کی وجہ سے وہ رشتہ میرا بہت کچھ حق ہے لیکن سارہ ایک بہت ہی چالاک بے پیندا عورت ہے میں چاہتا ہوں آپ اس کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام اچھی طرح شروع کر دیں۔"

"خوب! آپ اُن سے کافی خوف زدہ ہیں۔" رشکی نے مسکرا کر کہا۔

"وہ عورت ہی آفت کا پرکالا ہے رشکی صاحب! پہلے خاوند سے اُس کے ایک لڑکا ہے جس کا نام چارلس ہے۔ دونوں ماں بیٹے عیسائی ہیں اور مرحوم شوہر بھی عیسائی ہی تھا۔ چارلس ایک ماہر سیاست کی طرح چالباز اور ایک ناگ کی طرح مہلک ہے وہ بمبئی سے ہوائی جہاز کے ذریعہ کولمبو کی طرف گیا ہے اور اس طرف سے دونوں ماں بیٹے ایک ساتھ ہی واپس آ رہے ہیں۔"

"چارلس کی عمر کیا ہے؟" رشکی بولا۔

پچیس ۲۵ برس ـــ مزاج کے لحاظ سے وہ انتہائی کاہل فضول خرچ اور اوباش انسان ہے۔ سارہ نے شادی کے بعد میرے والد سے بڑی بڑی رقمیں حاصل کیں اور وہ سب چارلس نے رنگ رلیوں میں اڑا دیں۔"

"آپ کے والد کو کس نے قتل کیا اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟" رشکی نے پوچھا۔

"میرا کوئی خیال نہیں"

"کیا آپ کے والد کے کچھ دشمن موجود تھے؟"

"نہیں۔ لیکن میں دو باتیں آپ سے بتانا چاہتا ہوں"

فرمدیل نے جواب دیا۔ "ان میں سے پولیس صرف ایک بات جانتی ہے۔

"فرمائیے"

"اخبارات میں اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا لیکن یہ واقعہ ہے کہ والد صاحب کے کوہستانی مکان "آشیانہ" میں زنانہ لباس کی کچھ چیزیں پائی گئی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ مکان میں والد صاحب کی لاش کے پاس جو طوطا پایا گیا وہ دراصل والد صاحب کا طوطا نہیں ہے"

رشکی کی نگاہیں دلچسپی سے چمک اٹھیں اور بولا "کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ یہ وہ طوطا نہیں؟"

"قطعی اور مکمل یقین ہے"

"اوّل تو اس لئے کہ والد صاحب کا اصلی طوطا جس کا نام زمرد تھا بدزبان اور بدتمیز نہ تھا۔ اور دوسرے اس لئے کہ زمرد کا ناخن ٹوٹ گیا تھا لیکن اس طوطے کے سب ناخن موجود ہیں۔

"لیکن اصلی طوطے کو بدل کر اس کی جگہ دوسرا طوطا رکھ دینے سے کسی کا کیا فائدہ ہو سکتا تھا؟" رشکی نے کہا۔

"میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جب والد صاحب کو قتل کیا گیا تو ان کا اپنا طوطا زمرد اسی جگہ موجود تھا۔ اس نے جو کچھ دیکھا اس کے خوف سے قاتل نے اس کو بدل دیا۔ والد صاحب ۱۲ ستمبر کو جمعہ کے دن واپس گھر آ گئے تھے۔ حالانکہ ہم کو ان کے آنے کی امید ۱۵ ستمبر سے پیشتر نہ تھی۔ گھر سے وہ طوطے کو لیکر ضرور کوہستانی قیامگاہ گئے ہوں گے"

"لیکن قاتل کو اگر طوطے سے کوئی خوف تھا تو اس کو ہلاک بھی کر سکتا تھا۔ آپ کا یہ خیال بے تکا سا ہے۔ خیر جانے دیجئے۔" رشکی بولا۔ "ہاں آپ نے پولیس کو یہ طوطے والی تبدیلی کا حال کہیں

نہیں بتایا ؟"

"میں اس بات کو ایک اہم ترین سراغ رساں خیال کرتا ہوں مسٹر رشکی" فریدی نے کہا۔ "اور پولیس کی قابلیت۔ پر مجھے کوئی خاص اعتماد نہیں۔

(۲)

رشکی نے اپنے قدیم و بے تکلف دوست پریم کو ٹیلیفون پر طلب کیا۔ پریم گذشتہ کئی مہمات میں رشکی کی اہم مدد کر چکا تھا کیونکہ اُس نے سراغرسانی کا ایک پرائیویٹ ادارہ بمبئی میں قائم کر رکھا تھا جس کے بہت سے کارکن اُجرت پا کر قیمتی معلومات مہیا کر لیتے تھے جیسے ہی پریم کی شکل کمرے کے دروازے میں نظر آئی رشکی بولا "پریم اکرمت باندھ لو۔ اخبارات سے تم کو نریبان صابر کے قتل کی معلومات حاصل ہو چکی ہوں گی۔ اس کی لاش کے پاس ایک بدزبان طوطا پایا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم معلوم کرو وہ طوطا کہاں سے حاصل کیا گیا۔ ؟"

"اور ریوالور ؟ پریم نے کرسی کے ڈنڈے پر دونوں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا قاتل کے ریوالور کا نمبر تمہیں معلوم ہے ؟" رشکی نے پوچھا۔

"ہاں ۔ نمبر ۴۱ ۔"

"ٹھیک ہے لیکن ریوالور کے متعلق ساری دوڑ دھوپ تو پولیس ہی کرے گی۔ اسے چھوڑو فی الحال تم کو جو چند ضروری کام کرنے ہیں وہ یہ ہیں۔ بیوہ سارا اور اس کے لڑکے چارلس کے متعلق جو کچھ حالات معلوم ہو سکیں حاصل کرو۔ پرندے فروخت کرنے والی دکان کی چھان بین کرو۔ نریبان کی پہاڑی قیامگاہ آشیانہ کے متعلق اور یہ کہ وہاں کیا کیا واقعات رونما ہوئے جو کچھ سراغ لگ سکے لگاؤ۔ اس کے اندرونی حصے کے فوٹو حاصل کرو یعنی وہ فوٹو جو پولیس نے لاش کو پانے کے وقت لئے ہونگے۔ اُجرت کی پرواہ نہ کرنا!"

"بہت خوب! ۔ اچھا تو میں چلا!"

"ٹھہرو۔ ایک بات اور ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا اشد ضروری ہے کہ نرتیان کے اصلی طوطے کو غالباً صرف اس لئے تبدیل کیا ہے کہ وہ طوطے زمرد سے کوئی خاص راز کی بات سننا چاہتا تھا۔ یہ بھی تقریباً یقینی ہے کہ قاتل کسی نئی جگہ قیام پذیر ہوگا۔ پسندوں کی سب سے بڑی دوکان یہاں علی خاں کی ہے اور وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے تم اُس کو جا کر ملو تو وہ اپنے علاوہ شہر کی دیسری بڑی دوکان کی فہرست نہیں دیدے گا۔ ان سب دوکانوں پر تم یہ معلوم کرو کہ طوطے کے لئے نئے پنجرے کس کس نے خریدے ہیں اور طوطوں کی خوراک اور نگہداشت کے متعلق کس کس نے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگر قسمت نے ساتھ دیا تو قاتل تک پہونچ جانا مشکل نہ ہوگا۔"

بغلہ ہر کالی صورت پر آہم ہرن کی طرح اچھل کر کھڑا ہوا اور مذاق کے طور پر فوجی سلام کر کے روانہ ہوگیا۔

اس کے جانے ہی لوپی مستعدی کے ساتھ رشکی نے چند کاغذات پر نظر ڈالی اور چند منٹ میں ہی اپنی سیکرٹری مس فیروزہ کے ساتھ نرتیان کی پہاڑی تیا مگاہ آشیانہ کی طرف کار میں روانہ ہوگیا۔ بمبئی کے علاقہ سے نکلنے کے بعد ان کی کار غیر آباد پہاڑی علاقہ میں ہوتی ہوئی گوا کی طرف تیزی سے چل نکلی کئی گھنٹے کے بعد وہ اُس پہاڑی راستے پر پہنچے جو آشیانہ کی طرف اوپر جاتا تھا اور قریب ہی ایک صاف و شفاف چشمے کے کنارے کار کو روکدیا۔ یہ چشمہ راستے سے ہٹ کر ایک طرف گھنے درختوں کی آڑ میں تھا ابھی پانچ منٹ بھی نہ ہوئے تھے کہ پولیس کی ایک کار آتی ہوئی نظر آئی اور ان دونوں کے قریب آکر رک گئی اس کار میں رشکی کا قدیم حریف انسپکٹر مظہر باز اور یہاں کے مقامی علاقہ کا انسپکٹر کرتار سنگھ تھے رشکی کو دیکھتے ہی انسپکٹر طنزیہ لہجے میں بولا ـــــ "آخر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں حضرت؟"

میں بھی آپ سے یہی کہنے والا تھا"، رشکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھئے حضرات" انسپکٹر کرتار سنگھ بولا۔ "یہ وقت خواہ مخواہ کی بحث کا نہیں اس

علاقہ میں میرا چرچا ہو رہا ہے۔ لیکن یہ قتل کچھ ایسا عجیب ہے کہ تنہا میرے بس کی بات نظر نہیں آتی۔ اسی لئے میں نے بمبئی پولیس سے مدد کی درخواست کی اور اسی غرض سے مسٹر شہباز کی خدمات یہاں منتقل کر دی گئیں۔ اس کے باوجود مجھے جو بھی اس سلسلہ میں کوئی مدد دے گا میں بخوشی قبول کروں گا خواہ وہ مسٹر رشکی ہوں یا کوئی اور ــــ "

"اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے تو باقی خیریت ہی ہے۔ مسٹر رشکی کے طریقے کچھ ایسے ہیں کہ آپ کو اُلو بنا کر رکھ دیں گے ــ خیر ــ آپ جانیں ــ ہاں مسٹر رشکی آپ غالباً آبشیانہ کی طرف جانا چاہتے ہیں نا؟"

یقیناً رشکی بولا "کیا آپ کو راستہ معلوم ہے؟"

"کیوں نہیں" انسپکٹر شہباز نے کہا "میں نے کل کا پورا دن وہاں گذارا ہے"

"تب تو وہاں کی سب چیزوں کو چھو لیا گیا ہوگا؟"

جی نہیں ــ ہم نے لاش کو باہر نکالا اور چند مچھلیوں کو جو کافی مر گئی تھیں وہاں سے ہٹا دیا۔ طوطے کو بھی نکال لیا گیا۔ اس کے علاوہ کسی چیز کو نہیں چھیڑا گیا۔ اور انگلیوں کے نشانات کی پوری تلاش کی گئی۔"

"تو کچھ نشانات ملے؟ رشکی نے پوچھا۔

"صرف چند ــ لیکن ــ ہٹائیے اس تذکرے کو آیئے کرتار سنگھ صاحب اوپر چلیں" شہباز نے کہا۔

گھنے درختوں کے قریب سے ہوتے ہوئے یہ لوگ اوپر کی طرف بڑھے۔ چاروں طرف منظر بہت دلفریب تھا۔ اچانک کسی درخت کی بلندی پر سے ایک پہاڑی مینا چلائی۔ مدھو ٹیم، ٹیم اور اندر کی طرف اڑ گئی۔ آبشیانہ کے قریب پہونچے پر وہاں رام پال ان کو ملا یہ شخص قریب ہی رہتا تھا اور انسپکٹر کرتار سنگھ نے اس کو آشیانہ کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ انسپکٹر شہباز نے ایک معنی خیز تبسم کے ساتھ بولا: "میرا خیال ہے مسٹر کرتار سنگھ

کہ مسٹر رشکی کو یہاں کسی چیز کو چھیڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔ وہ جو کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ صرف دیکھ لیں اور پھر یہاں سے چلے جائیں۔ ہم لوگ ان کی موجودگی میں یہاں کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔"

"کیوں؟" انسپکٹر کرتار سنگھ بولا۔

"اس لئے کہ مسٹر رشکی یہاں پولیس کے نمائندہ نہیں بلکہ مسٹر فریدی صابر کے ایجنٹ ہیں۔ یہ ہر بات میں ٹانگ اڑائیں گے اور آپ قاتل کے خلاف جو ثبوت تیار کریں گے پس کی دھجیاں اڑا کر قاتل کو بچا لیں گے۔"

"میں کسی ایسے قاتل کو پھانسی پر دیکھنا نہیں چاہتا جس کے خلاف ثبوت اسقدر کمزور ہو کہ اس کی دھجیاں اڑائی جا سکیں۔" انسپکٹر کرتار سنگھ بولا۔

"دیکھیئے حضرات!" رشکی نے کہا۔ "آپ خواہ مخواہ مجھ سے نہ ڈریں۔ میں صرف وہی چیزیں دیکھوں گا جو آپ مجھے دیکھنے کی اجازت دیں گے۔ یہ فرش پر چاک سے جو خاکہ بنایا گیا ہے غالباً اسی جگہ لاش پائی گئی تھی؟"

"جی ہاں" کرتار سنگھ بولا۔ "ریوالور اُس طرف تقریباً دس فیٹ کے فاصلہ پر پایا گیا تھا جہاں دوسرا خاکہ بنا ہوا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ نریمان نے خودکشی کی ہو؟" رشکی بولا۔

"قطعی ناممکن ـــــ ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق قطعی ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ ریوالور پر انگلیوں کے نشانات موجود نہیں۔ اُن کو کپڑے سے صاف کر دیا گیا ہے۔ پھر نریمان دستانے بھی پہنے ہوئے نہ تھا۔ اگر اُس نے خودکشی کی ہوتی تو ریوالور پر انگلیوں کے نشانات لازمی ہوتے۔"

"اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ قاتل خود بھی یہ نہ چاہتا تھا کہ یہ حادثہ ایک خودکشی معلوم ہو ورنہ اُس کے لئے یہ آسان تھا کہ ریوالور سے اپنے نشانات مٹا کر مقتول

کے ہاتھ میں ریوالور دے کر اس مقتول کی انگلیوں کے نشانات پیدا کر دیتا اور ریوالور کو لاش کے قریب ہی ڈال دیتا۔"

"بالکل صحیح" کرتار سنگھ بولا۔

"اس کے علاوہ قاتل خود یہ بھی چاہتا تھا کہ پولیس کو یہ ریوالور مل جائے۔ ورنہ اس کو کسی جگہ چھپا کر غائب کر سکتا تھا۔"

"بیشک"

"اچھا اور کوئی بات؟" رشکی بولا۔

"طوطے کا پنجرہ وہاں فرش پر رکھا ہوا تھا" کرتار سنگھ نے کہا "پنجرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا تاکہ جب چاہے وہ باہر آ سکے۔"

"یا جب چاہے اندر جا سکے" رشکی بولا۔

"بالکل درست! — اس کے علاوہ طوطا اس قدر پالتو تھا کہ کسی دوسری طرف اڑ کر جانے کا خطرہ نہ تھا۔ مگر نہیں — کمرہ تو بند تھا! — ہاں طوطے کی غذا کافی مقدار میں رکھ دی گئی تھی۔ اور بڑی پیالی پانی سے لبریز تھی جو بعد میں خشک ہو گیا۔"

"اس کے معنی یہ ہوئے کہ لاش کو قتل کے کافی مدت بعد پایا گیا" رشکی نے کہا۔

"جی ہاں۔ قتل کا ارتکاب ۲۰ ستمبر کو منگل کے دن گیارہ بجے کے قریب کیا گیا"

"یہ آپ کو کیسے اندازہ ہوا؟"

"اس طرح کہ نریمان نے اپنے لڑکے فریدون اور اپنے سیکرٹری سہراب سے کہا تھا کہ مچھلی کے شکار کا سامان لینے کے لئے وہ ۲۵ ستمبر کو مکان پر آئے گا۔ نریمان ایک عجیب آدمی تھا اور گمنامی کی حالت میں ادھر ادھر سیر و سفر کرتا تھا۔ اچانک وہ ۲ ستمبر کو جمعہ کے دن واپس آ گیا۔ اور شکار کا سامان اور طوطے کو لے کر یہاں پہاڑی قیامگاہ میں چلا آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نریمان کلکتہ کے کسی بڑے کاروباری معاملہ کو طے کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اس نے بمبئی میں اپنے

سیکرٹری سہراب کو حکم دیا تھا کہ کلکتہ کے فوری سفر کے لئے تیار رہے۔ چنانچہ سہراب نے ایک ہوائی جہاز خاص طور پر اس کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ ۵ ستمبر کی شب میں نریمان نے سہراب کو سفر کا حکم دینے کے لئے ٹیلیفون کیا۔ سہراب کہتا ہے کہ ٹیلیفون پر نریمان کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت مطمئن ہے۔ نریمان نے فون پر کہا کہ معاملہ بالکل ٹھیک ہے اور سہراب کو حکم دیا کہ فوراً ہوائی جہاز میں روانہ ہو جائے۔"

"یہاں آشیانہ میں ٹیلیفون موجود ہے لیکن سہراب نے بتایا کہ نریمان نے وہ ٹیلیفون یہاں سے نہیں کیا تھا کیوں کہ نریمان نے کہا کہ یہاں ٹیلیفون خراب ہو گیا ہے اس لئے وہ ایک دوسری جگہ سے فون کر رہا ہے۔"

"کیا آپ نے سہراب سے کوئی گفتگو کی؟" رشکی نے پوچھا۔

"ہاں انسپکٹر کرتار سنگھ بولا۔ میں نے ٹرنک کال کے ذریعے اس سے کلکتہ میں گفتگو کی تھی۔ وہ ابھی تک کلکتہ میں ہی ہے۔"

"کیا اس نے آپ کو بتایا کہ کلکتہ میں کونسا کاروباری معاملہ طے کرنے گیا تھا؟"

"اس نے صرف اتنا کہا کہ معاملہ بہت اہم ہے۔"

"سہراب کو کیسے ہوائی جہاز میں کلکتہ گیا؟"

"نریمان کے سوتیلے بیٹے چارلس کے پاس ایک تیز ہوائی جہاز ہے اور وہ بہت اچھا ہوا باز بھی ہے۔ چارلس کو کلکتہ واپس جانا ہی تھا اس لئے سہراب نے اس کو روپیہ ادا کیا اور اسی جہاز میں چلا گیا۔"

"یہ دونوں کس وقت روانہ ہوئے؟"

"۵ ستمبر کو پیر کی رات میں دس بجکر دس منٹ پر۔"

"اور نریمان نے سہراب کو سفر کا حکم دینے کے لئے کب فون کیا تھا؟"

"سہراب کہتا ہے کہ اس کی روانگی سے تقریباً دس منٹ قبل۔ یعنی تقریباً دس بجے۔"

"سہراب نے نریمان کی آواز کو فون پر پہچان لیا تھا؟" رشکی بولا۔

"ہاں۔ سہراب کہتا ہے کہ فون پر نریمان بہت خوش نظر آتا تھا۔ اس نے سہراب کو بتایا تھا کہ معاملہ طے ہو چکا ہے پھر بھی اگر کوئی دشواری حائل ہو جائے تو نریمان کو آشیانہ میں ٹیلیفون کیا جائے۔ کیونکہ وہ دو تین دن آشیانہ میں رہے گا۔ اور فون درست کرا لیا جائے گا۔"

"تو کیا سہراب نے فون کیا؟"

"نہیں۔ کیونکہ معاملے کو طے کرنے میں کوئی دشواری حائل ہی نہیں ہوئی۔"

"خوب" رشکی نے کہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۵ ستمبر کو پیر کی رات میں ہوس نے نریمان زندہ تھا کیا اس کے بعد کسی کو نریمان سے بات کرتے یا دیکھنے کا اتفاق ہوا؟"

"نہیں۔ یہ آخری موقت ہے جب کہ ہم کو معلوم ہے کہ وہ زندہ تھا۔ مچھلی کے شکار کا سیزن ۱۰ ستمبر کو منگل کے دن شروع ہونے کو تھا۔ یہاں ایک الارم کلاک ہے جس کی کوک ختم ہو چکی ہے۔ یہ گھڑی دو بجکر ۴۰ منٹ پر بند ہو گئی۔ الارم کی سوئی صبح کے ۳۰ منٹ پر لگائی گئی تھی۔"

"کیا الارم بھی پوری طرح بجکر ختم ہوا؟" رشکی نے پوچھا۔

اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انسپکٹر کرتار نے آلہ کو کان میں لگا کر کچھ سنا اور پھر رشکی سے بولا "ٹیلیفون آپ کا ہے" رشکی نے آلہ کو اٹھایا اور سنا تو معلوم ہوا کہ بمبئی سے ایک سرانفرسال دوشیت پریم بول رہا تھا۔ پریم نے کہا "مسٹر رشکی! یہ آپ ہی ہیں نا؟ — خوب! — ہاں تو کیا آپ ایسی جگہ میں جہاں فون پر آزادی سے بات کر سکیں؟"

"نہیں" رشکی نے فون پر جواب دیا۔

"لیکن آپ سن تو سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ کہو"

"میں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ بدزبان طوطا کس نے کہاں سے خریدا۔ اس طوطے کو گوری شنکر کی دوکان سے ایک پریشان حال شخص نے خریدا۔ شنکر کو اس کی شکل و صورت یاد ہے۔ بہتر ہو کہ آپ شنکر سے گفتگو کر لیں۔ مجھے جو کچھ حلیہ خریدار کا معلوم ہوا ہے وہ کسی پر بھی چسپاں نہیں ہوتا۔ میں شریف ہوٹل میں آپ کا انتظار کروں گا۔ ہم دونوں وہاں شنکر کے پاس چلیں گے۔

"بہت خوب" رشکی نے کہا اور ٹیلیفون رکھ دیا۔ انسپکٹر شہباز اس کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

انسپکٹر کرتار سنگھ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "جب ہم یہاں کمرے میں پہونچے تو ہم کو تھوڑی سی مچھلیاں ملیں۔ ان کے متعلق ماہرین کی رپورٹ یہ ہے۔ کہ مچھلیوں کو صاف کر کے درخت کے پتوں میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ لیکن پوری طرح دھویا نہیں گیا تھا۔ اس کے علاوہ نریمان کے ناشتہ میں سے بچا ہوا سامان بھی ملا ہے یعنی ایک دو انڈے اور کچھ توس کے ٹکڑے۔ اس کے بعد نریمان کے دوپہر کے کھانے میں سے بچا ہوا کچھ حصہ ملا ہے۔ جس میں ڈبے میں بند ہو کر فوری خشک ہونے والا گوشت بھی ہے۔ لاش کے لباس میں صرف سلیپر، نیکر اور سوئیٹر شامل ہے، وہ چمڑے کا گرم کوٹ وہاں کرسی کی پشت پر لٹکا ہوا تھا۔ مچھلی کے شکار کے وقت پہنے جانے والے بوٹ جو تسمے بھی ملے جن پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ میز پر وہ مچھلی پکڑنے کی چھڑی وغیرہ موجود ہے"۔۔۔ میرا خیال ہے کہ نریمان کو گیارہ بجے کے قریب دن میں قتل کیا گیا۔ اس کی دلیل میرے پاس یہ ہے کہ ساڑھے دس یا گیارہ بجے کے قریب یہاں اس مکان میں دھوپ بھرنے لگتی اور مکان گرم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دوپہر کے وقت یہ قیامگاہ کافی گرم ہو جاتی ہے چار بجے کے قریب دھوپ یہاں سے ڈھلنے لگتی ہے اور مکان میں سردی بڑھنے لگتی ہے اگر قتل کے وقت مکان سرد ہوتا تو نریمان وہ گرم کوٹ ضرور پہنے ہوتا اور آتشدان میں اس نے آگ سلگائی ہوتی۔ اگر قتل کے وقت مکان کافی گرم ہوتا تو نریمان یہ سوئیٹر پہنے ہوئے نہ ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قتل کا وقت وہ تھا جب کہ مکان صرف گرم ہونا شروع ہوا تھا یعنی دن کے گیارہ بجے کے قریب۔

"آپ کا استدلال بہت خوب ہے" رشکی بولا۔ لیکن کیا آپ نے یہ بھی تجربہ کر کے دیکھا کہ الارم کلاک کو ایک بار چابی بھرنے کے بعد وہ کتنی دیر تک چل سکتی ہے"

"گھڑی کے کارخانے والوں کا کہنا ہے کہ ایسی گھڑی کو ایک بار چابی دیدی جائے تو ۳۰ سے ۳۵ گھنٹے تک چل سکتی ہے"

"شکریہ مسٹر کرتار سنگھ" رشکی بولا۔ "آپ نے سب معاملات کو اچھی طرح سمجھا دیا۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں"

لیکن اس سے پیشتر کہ رشکی رخصت ہوتا کسی نے "آشیانہ" کے دروازے پر دستک دی۔ انسپکٹر کرتار سنگھ نے دروازہ کھولدیا۔ اندر آنیوالا شخص سہراب تھا۔ نریمان کا سیکرٹری ——

انسپکٹر کرتار سنگھ نے سب کا تعارف کرایا لیکن یہ دیکھ کر کہ انسپکٹر شہباز کو رشکی کی مزید موجودگی گراں گذر رہی ہے رشکی نے دروازے کی طرف قدم اٹھایا اور سہراب سے کہا۔

"میں فریدیل صابر کا نمائندہ ہوں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ یہاں آئے ہیں۔؟"

اس سے پہلے کہ سہراب کچھ جواب دیتا انسپکٹر شہباز نے اس کو روک دیا اور حالات کو ناموافق پاکر رشکی اپنی سیکرٹری مس فیروزہ کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ راستے میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ یہاں آتے وقت درخت کے اوپر جو مینا بولتی ہوئی ملی تھی اب ایک نیچے پودے کے قریب آئی۔ رشکی کی رگ شرارت پھڑکی اس نے اپنی کار روک دی اور درختوں کی آڑ لیتے ہوئے یہ دونوں اس مینا کو پکڑنے کے لئے بڑھے۔ قدموں کی ہلکی سی آواز سے چونک کر مینا نے اڑکر اندر گھنے درختوں کی طرف پرواز کی اور ایک دوسری شاخ پر جا بیٹھی۔ رشکی اور فیروزہ پھر آگے بڑھے۔ اور اچانک حیران و ششدر رہ کر کھڑے رہ گئے۔

"یہ تار کیسے ہے؟" فیروزہ بولی۔

"معلوم نہیں" رشکی کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بہتان اس لئے لگایا ہے کہ نریمان کے ٹیلیفون پر جو کچھ بھی باتیں ہوں اُن کو سُن سکے"

یہ کہکر رشکی تار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا جو کہ بہت ہی ہوشیاری سے چھپایا گیا تھا۔ سوگز کی طرف چلنے کے بعد وہ لکڑی کی ایک کوٹھری کے پاس پہونچے جو درختوں میں اچھی طرح چھپی ہوئی تھی۔ رشکی نے دھیمی آواز میں کہا "فیروزہ! تم اسی جگہ ٹھہری رہو۔ میں اندر جاتا ہوں اگر کوئی گڑبڑ کی آواز ہو تو تم فوراً واپس جاکر کرنا رستم کو مطلع کر دینا"

رشکی نے بڑی احتیاط سے قدم اٹھایا اندر کوٹھری کے چاروں طرف دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اس لئے رشکی واپس آیا اور فیروزہ کے ساتھ واپس آستانہ میں۔ انسپکٹر کرتار سنگھ کے پاس پہونچا۔ اور بولا "انسپکٹر صاحب! ذرا چلئے آپ کو ایک تماشہ دکھاؤں"

کرتار سنگھ نے رشکی کے لہجے اور چہرے سے معاملہ کی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا:۔

"بہت اچھا۔ دیکھئے رام پال صاحب آپ مسٹر سہراب کے ساتھ اسی جگہ ٹھہرے رہیں۔ ان کو جانے نہ دیں اور کسی سے گفتگو کرنے یا کسی چیز کو چھونے کا موقع دیں"

"میں کوئی مجرم نہیں ہوں۔ میں تو آپ کے ساتھ تعاون کر رہا ہوں" سہراب بولا۔

سہراب کے احتجاج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سب لوگ رشکی کے پیچھے پیچھے باہر روانہ ہوتے اور چند منٹ میں پوشیدہ کوٹھری کے پاس پہونچ گئے۔ کوٹھری کا دروازہ بیرونی قفل سے بند تھا۔ انسپکٹر کرتار سنگھ نے اپنے شاگرد کی سہارا دے کر دو مرتبہ زور لگایا تو دروازہ ٹوٹ کر کھل گیا۔ کوٹھری میں کوئی نہ تھا۔ لیکن اس کے سامان کو دیکھ کر رشکی کو بھی حیرت تھی۔ سب سے عجیب چیز جو وہاں ملی ایک ریڈیو کا آلہ تھا جو دیکھنے میں بالکل ایک لپٹا ہوا بستر معلوم ہوتا تھا اس کے علاوہ کئی ہیڈ فون۔ پیغام ریکارڈ کرنے کے آلات۔ ایک پنسل اور کاغذ کا پیڈ تھا۔ ایک میز کے کنارے ایک آدھی سلگی ہوئی سگرٹ رکھی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ پینے والا

اس کو وہاں رکھ کر بھول گیا تھا کیونکہ اس کا آتشیں سرا میز کی لکڑی کو تھوڑا سا جلا چکا تھا۔ اسے کی تمام چیزوں پر گرد کی ایک ہلکی تہہ جم گئی تھی۔

"یہ شخص جو اس کوٹھڑی کا مالک ہے یہاں یقیناً کافی مدت سے نہیں آیا اور آخری بار جب یہاں سے گیا تو بہت جلدی میں تھا۔ اپنی سگرٹ بھی بھول گیا شریف" انسپکٹر کرتار سنگھ نے کہا۔

"اور یہ شخص یقیناً نریمان کا دشمن بھی تھا" رشکی بولا۔

"شاید" انسپکٹر کرتار سنگھ نے کہا۔ "لیکن ایک بات اور یاد رکھنے کے قابل ہے مسٹر رشکی۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ پولیس کی منظم غلط کاریوں کا راز علانیہ طشت از بام کرنے کے لئے جو جماعت آجکل سرگرم عمل ہے اس کے پس پشت کس کا ہاتھ کام کر رہا تھا؟"

"نہیں" رشکی نے حیرت سے کہا۔

"اس مہم کے پس پشت نریمان صابر کا ہاتھ تھا اور اس سلسلے میں چند ایسے لوگوں کا بھانڈا پھوٹنے کا ڈر تھا جو سیاسی دنیا میں بہت اونچے ہیں"

"بہت خوب۔ مجھے تو اس کا کچھ بھی علم نہ تھا" رشکی نے کہا۔

"جی ہاں آپ تو ایسے ہی بھولے ہیں" انسپکٹر شہباز نے طنز کیا۔

(۱۰)

رشکی کافی دیر میں شریف ہوٹل پہونچا جہاں پریم اس کا منتظر تھا۔ اس نے پریم سے اپنی ناخیر کی وجہ بتاتے ہوئے جنگل میں لکڑی کی کوٹھڑی اور اس کا وہ تار جو نریمان کے ٹیلیفون کے درمیان میں ہی سننے کے لئے لگا یا گیا تھا ان سب کا حال سنایا اور اس کے بعد پریم سے طوطا فروخت کرنے والے گودی سشنکر کے متعلق دریافت کیا۔ "کیا اس کو یقین ہے کہ یہ وہی طوطا ہے جو اس نے فروخت کیا؟"

"ہاں" پریم نے جواب دیا۔ "اور اس کا خیال ہے کہ اگر وہ خریدار اس کے سامنے ہو تو اسے

پہچان بھی سکتا ہے۔"

"بہت خوب" — اچھا آؤ — اب چلیں۔"

یہ کہہ کر رشکی اور پریم باہر آئے جہاں فیروزہ کار میں بیٹھی تھی اور کار کا انجن چل رہا تھا۔ فیروزہ نے کار کو چلانا شروع کیا اور پریم کی رہنمائی میں جلد ہی یہ تینوں گوری شنکر کی دوکان کے قریب پہنچ گئے۔ کار کو کچھ دور کے فاصلے پر روکدیا گیا۔ رشکی نے فیروزہ کو حکم دیا کہ کار میں ہی بیٹھی رہے اور کار کے انجن کو بند نہ کرے۔ اس کے علاوہ تازہ اخبارات کو پڑھ کر اہم خبروں کا انتخاب کرتی رہے۔ رشکی اور پریم مسکراتے ہوئے دوکان میں داخل ہوئے۔ گوری شنکر جو دبلا پتلا انسان اور مانڈے کی طرح صاف کھوپڑی رکھنے والا ایک پُرلطف شخص تھا ان کو آتے دیکھ کر بولا — آیئے آیئے میں تو اب دوکان بڑھانے ہی والا تھا۔ میں نے سمجھا تھا کہ شاید اب آپ نہ آئیں۔"

پریم نے رشکی کا تعارف کرایا اور رشکی نے بڑی گرم جوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔ گوری شنکر مسکراتے ہوئے بولا "شاید آپ اُس طوطے کے چکر میں ہیں؟"

"ہاں بھئی۔ بات تو یہی ہے" رشکی بولا۔

"تو اس کی بابت تو میں سب کچھ پریم کو پہلے ہی بتا چکا ہوں" شنکر نے کہا

"کوئی پرواہ نہیں" پریم نے کہا "آپ سب کچھ پھر ایکبار مسٹر رشکی کی خاطر بتا دیں لیکن سب سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ اس طوطے کو کیسے پہچان سکتے ہیں؟"

"بات یہ ہے کہ میں یہ سب کچھ ایک قیاس کی بنیاد پر یہ کہہ رہا ہوں" گوری شنکر نے کہا "آپ مجھ سے ایک ایسے طوطے کی بابت دریافت کر رہے تھے جو کھانا مانگتے وقت گالیاں دیتا تھا۔ میں نے ایک طوطے کو ایسا ہی سکھایا تھا۔"

"ایسا آپ نے کیوں کیا؟" رشکی نے پوچھا۔

"محض ایک کاروباری چال تھی یہ" شنکر نے بتایا۔ "کبھی کبھی میرے پاس ایسے

بھی گاہک آتے ہیں جو بد زبان طوطے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ یہ ذرا ایک نئی سی چیز ہے"

"آپ نے اس طوطے کو کب فروخت کیا؟" رشکی نے پوچھا۔

"۲۰ ستمبر کو جمعہ کے دن"

"کس وقت؟"

"سہ پہر کو دو اور تین بجے کے درمیان"

"اس طوطے کو جس شخص نے خریدا اس کے متعلق کچھ بتائیے"، رشکی نے کہا۔

"وہ عینک لگائے ہوئے تھا اور اس کی آنکھیں تھکی تھکی سی معلوم ہوتی تھیں۔ اس کے کپڑے بھی کچھ اچھے تھے اور وہ ایک مایوس قسم کا آدمی نظر آتا تھا لیکن وہ مغموم نہ تھا۔ بظاہر وہ ایک معمولی سا آدمی تھا۔ لیکن صاف ستھرا معزز تھا۔ اس کے کوٹ کی کہنیاں تقریباً گھس چکی تھیں۔"

"اس کی عمر؟"

"تقریباً ۵۰ یا ۵۸ سال سمجھئے"

"داڑھی مونچھیں صاف تھیں"

"جی ہاں۔ اس کی رخسار کی ہڈیاں چوڑی اور بالکل سیدھے ہونٹ تھے۔ اس کا قد تقریباً آپ کے برابر تھا۔ لیکن اس کا وزن اس قدر نہ ہوگا"

"چہرہ کا رنگ کیسا تھا ــــ؟ زرد یا سانولا یا سفید یا سُرخ؟"

رنگ گندمی تھا جیسا کہ سفید رنگ والے اس انسان کا جو کہ بہت کچھ گھر سے باہر زندگی گذارتا ہو۔

"کیا وہ کچھ گھبرایا ہوا تھا؟"

"نہیں بالکل خاموش اور سنجیدہ تھا وہ اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا کہ وہ ایک طوطا خریدنا چاہتا ہے۔ اور پھر جس قسم کا طوطا وہ چاہتا تھا اس کا حلیہ بتایا"

"حلیہ سے آپ کا کیا مطلب ہے؟" رشکی بولا۔

"میرا مطلب ہے طوطے کی نسل، قد و قامت اور عمر۔"

"کیا آپ کے پاس اور بھی طوطے ہیں؟"

"نہیں اس قسم کا وہ ایک ہی طوطا تھا۔"

"کیا اس خریدار نے طوطے کو بولتے سنا؟"

"نہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ وہ تو صرف ایک خاص شکل و صورت کا طوطا چاہتا تھا۔ دوسری باتوں کی پروا نہ تھی۔ اس نے ایک نظر اس طوطے پر ڈالی۔ قیمت سے زیادہ کی اور خرید لیا۔"

"ساتھ ہی پنجرہ بھی خریدا ہوگا؟"

"جی ہاں! وہ اس پنجرے میں ہی طوطے کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔" شنکر نے جواب دیا۔

"کیا وہ کسی موٹر کار میں آیا تھا؟"

"مجھے یہ بات ٹھیک یاد نہیں۔ باہر سڑک پر کئی کاریں موجود تھیں اور وہ ادھر ہی گیا تھا۔"

"کیا وہ تعلیم یافتہ معلوم ہوتا تھا؟"

"وہ بہت سنجیدہ انسان تھا اور جب میری طرف دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل تک کا حال دیکھ رہا ہے۔"

"اگر تمہیں اس شخص کی تصویر دکھائی جائے تو پہچان لوگے؟"

"میرا خیال ہے میں ضرور پہچان لوں گا۔"

"یہ سنتے ہی رشکی تیزی سے باہر اپنی کار کے پاس گیا اور فیروز کے ہاتھ سے تازہ اخبار لے کر ایک چھوٹے سے قلمی چاقو سے اس میں سے نریمان صابر کی تصویر کاٹ لی اور الٹے پاؤں واپس آ کر گھی شنکر کو یہ تصویر دکھاتے ہوئے بولا۔ "کیا یہ ممکن ہے کہ یہ تصویر اسی شخص

کی ہو؟"

شنکر نے جذبات کے زیر اثر زور سے کہا۔

"یقیناً یہی ہے وہ شخص — کیا یہ اخبار میں چھپی ہے؟"

رشکی نے تصویر کو تہہ کر کے جیب میں رکھا اور شنکر کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا: "کیا اس عرصہ میں کوئی ایسا شخص آپ کے پاس آیا ہے جس نے آپ سے طوطوں کی خوراک و نگہداشت کے متعلق پوچھا ہو۔"

"جی ہاں" شنکر نے جواب دیا "اس سلسلے میں خاص طور پر ایک لڑکی مریم سارہ کا خیال آتا ہے جو کہ یہاں ایک لائبریری میں کام کرتی ہے۔ شاید حال ہی میں اس کی منگنی کی خبر بھی کسی اخبار میں چھپی تھی۔ ایک ہفتہ ہوا تقریباً جب کہ وہ طوطوں کی مخصوص تیار کردہ غذا خریدنے آئی تھی اور طوطے کی نگہداشت کرنے کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی — ہاں یہ شاید ایک ہفتہ سے زیادہ کا واقعہ ہے۔ ممکن ہے دس روز پہلے کا — مجھے اس کا پتہ تو معلوم نہیں لیکن دیکھئے میں ابھی ٹیلیفون کی کتاب میں دیکھ کر بتاتا ہوں۔" یہ کہہ کر گلدستی شنکر نے ایک موٹی سی کتاب کے اوراق الٹ پلٹ کر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ موجود ہے۔ ۲۱۹ ولنگٹن اسٹریٹ (مشرق) —"

"بہت بہت شکریہ" رشکی نے کہا "اگرچہ ہم کو جو کچھ معلوم ہوا اس سے کوئی پتہ نہیں چلتا پھر بھی آپ کی زحمت کا ممنون ہوں۔"

دوکان سے نکل کر پریم اور رشکی کار میں آئے اور رشکی کے حکم پر فیروز نے کار کا رخ ولنگٹن اسٹریٹ کی طرف کر دیا۔ چند منٹ میں ہی یہ لوگ اس سڑک پر ۲۱۹ نمبر کے مکان کے سامنے جا پہونچے۔ یہ ایک قدیم مکان تھا۔ مکان کی پشت کی طرف ایک گیرج تھا۔ جس کا دروازہ قدرے کھلا ہوا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گیرج کو ایندھن اور گودام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یکایک مکان کے کھلے ہوئے برآمدے میں ایک طوطے کے بولنے کی آواز آئی —

"آیئے ۔ تشریف لائیے" ۔ اس کو سن کر یہ تینوں اُچھل پڑے اور فیروزہ بولی "دیکھئے سامنے برآمدے میں پنجرہ لٹکا ہوا ہے"

ہمیں مریم سارہ سے ملاقات کرنے سے پہلے اس طوطے سے ملاقات کرنا ضروری ہے" رشکی نے کہا ۔ آؤ پشت کے دروازے سے داخل ہو کر ادھر پہونچیں" ۔ یہ کہہ کر رشکی اور اس کے ساتھی ایک دالان کے اوپر سے ہوتے ہوئے جو عدم نگہداشت کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا۔ طوطے کے پنجرے کے پاس پہونچے ۔ "آیئے! تشریف لائیے" طوطا بولا۔

"مٹھو بیٹے!" رشکی نے کہا۔

"مٹھو بیٹے ۔ آیئے ....." طوطا بولا۔

یکایک رشکی نے طوطے کے ایک ناخن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ "یہ دیکھو ایک ناخن غائب ہے"

ابھی یہ لوگ اس اہم دریافت پر سناٹے میں ہی کھڑے تھے کہ اچانک طوطا بولا "سارہ، سارہ! ٹیں ٹیں ۔ مت مارو ۔ سارہ!"

"ارے توبہ!" پریم ششدر ہو کر بولا "کیا قاتل ....."

اچانک وہ رُک گیا کیونکہ نزدیک سے ہی ایک عورت کی آواز آئی "آپ کون ہیں؟" ان تینوں نے مڑ کر دیکھا تو سامنے ایک ادھیڑ عمر کی عورت نظر آئی جو بظاہر ملازمہ معلوم ہوتی تھی۔

رشکی نے کہا "میں مس مریم سارہ سے ملنا چاہتا ہوں ۔ کیا یہی ان کا دولت خانہ ہے؟" "کیا آپ لوگ سامنے والے دروازہ پر گئے تھے؟" عورت نے مشکوک نظروں کے ساتھ پوچھا۔

"نہیں رشکی نے کہا "ہم نے یہاں اِدھر کا رُخ کر لیا تھا ۔ اچانک طوطا نظر پڑا ۔ مجھے طوطوں سے عشق ہے"

"آپ کا اسم شریف ؟"

"رشکی ۔۔۔ مراد رشکی ۔ اور آپ کا اسم گرامی ؟"

"مجھے مسز ڈیوڈ کہتے ہیں میں مریم سارہ کی قریبی ہمسایہ ہوں ۔ لیکن اب اس کا نام مریم سارہ نہیں ۔ دو ہفتے ہوئے اُن کی شادی ایک شخص مسٹر کاؤس سے ہو چکی ہے اس لئے اب ہم سارہ کو مسز کاؤس کہتے ہیں ۔

"کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ یہ طوطا اُن کے پاس کب سے ہے" رشکی نے پوچھا ۔

"میرا خیال ہے کہ یہ طوطا ان کے شوہر نے ان کو تحفے کے طور پر دیا ہے ۔ کیا آپ کو مسٹر کاؤس سے کوئی پیغام ہے ؟"

رشکی نے اس سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بریم اور فیروزہ کو خفیہ طور پر وہ رہٹ جانے کا اشارہ کیا اور خود تنہائی میں مسز ڈیوڈ کے ساتھ باتیں کرنے لگا ۔ مسز کاؤس کو کتنی دیر ہوئی باہر گئے ہوئے ؟

"شاید نصف گھنٹہ یا پون گھنٹہ ہوا ہوگا" مسز ڈیوڈ بولی ۔

"تو آپ کو معلوم نہیں وہ کہاں گئی ہیں یا کب تک واپس آئیں گی ؟"

"نہیں ۔ آج وہ بڑی عجلت میں گھر واپس آئیں اور گھر میں صرف دو تین منٹ ٹھہر کر ایک کار میں واپس چلی گئیں وہ کبھی اس طرح کھلا ہوا گھر چھوڑ کر نہیں جاتیں معلوم نہیں آج کیا بات تھی"

"ممکن ہے اُن کو اپنے شوہر کے ساتھ سینما وغیرہ جانا ہو" رشکی بولا ۔

"نہیں ۔ میرے خیال میں وہ تو ملازمت کی تلاش میں کہیں دور گیا ہوا ہے"

"خوب" رشکی نے کہا "بے روزگاری میں یہ شادی کچھ عجیب سی ہے ۔ لیکن یہ بھی ہے کہ ایک نوجوان کو ملازمت یا کوئی کام ملنا مشکل نہیں"

"جی ہاں" مسز ڈیوڈ نے کہا "مسٹر کاؤس نوجوان نہیں ہیں ۔ مسز کاؤس کی تمنا تھیں

سے کچھ کم ہو گی لیکن ان کے شوہر مسٹر کاؤس ضرور اُن سے ۲۰ برس بڑے ہیں۔"
رشکی کو ایک عجیب خیال آیا۔ اُس نے جیب میں سے نریمان صابر کی اخبار والی تصویر نکالی اور مسز ڈیوڈ کو دکھاتے ہوئے بولا "کیا اُن کے شوہر یہی ہیں؟"
"جی ہاں۔ بالکل یہی — لیکن یہ اخبار میں کیسے پہنچی؟"
"دیکھئے مسز ڈیوڈ" رشکی بولا "میرا مسٹر کاؤس سے ملنا بہت ہی ضروری ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں وہ کہاں ملیں گی؟"
"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ممکن ہے وہ اپنی بہن مس رفری سے ملنے گئی ہوں وہ محبوب نگر میں ایک اسکول میں ٹیچر ہیں اور وہ تین سال ان سے بڑی ہیں"
"شکریہ مسز ڈیوڈ!" رشکی رخصت ہوتا ہوا بولا "آپ کو بہت زحمت دی میں نے —"
اسی وقت برآمدہ میں طوطا بولا — "سارہ! سارہ! ہم لیمیں مت مارو"
رشکی کار کے پاس آیا جہاں پریم اور فیروزہ منتظر تھے اور پریم سے کہا — دیکھو پریم اپنے تمام آدمی چھوڑ دو اور پتہ لگاؤ کہ مسٹر کاؤس کہاں ہیں۔ اس کی کار کا نمبر معلوم کرو۔ محبوب نگر میں اس کی بہن کو بھی دیکھو بھالو — میں نواب نریمان کے گھر جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر کاؤس وہاں ہی گئی ہے"
پریم نے یہ ہدایت سنی اور بولا "اگر مجھے وہ مل جائے تو کیا کروں؟"
"اس کو کسی ایسی جگہ رکھو جہاں کوئی بھی اُس سے اس وقت تک گفتگو کا موقع نہ پا سکے جب تک میں اُس سے نہ مل لوں"

(۴)

رشکی اور فیروزہ نریمان کے عالیشان مکان کے سامنے پہونچے احمد کار کی روشنی بجھا دی۔ ابھی وہ باہر نکل کر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ اندھیرے میں سے ایک پراسرار شخص

نکل کر ان کی طرف آیا اور بولا "آپ غالباً مسٹر رشکی ہی ہیں نا؟"

"جی ہاں فرمائیے" رشکی استعجاب سے ہو کر بولا

"میں مسٹر پریم کے ادارے کا ایک کارکن ہوں۔"

نریمان کی بیوہ ستارہ اور اس کا لڑکا آج سہ پہر میں یہاں ہوائی جہاز سے آ چکے ہیں۔ اب وہ اندر مکان میں ہیں اور وہاں بڑا اچھا گڑبڑ سا ہو رہا ہے"

"خوب" رشکی نے کہا "تو بہتر ہے کہ میں بھی جنگ میں شامل ہو جاؤں"

"مسٹر پریم نے مجھے ہدایت کی ہے کہ نمبر ۱۳۱۲ والی ایک کار کی تلاش کروں۔ آپ کی کار آئی تو میں نے سمجھا کہ ۔۔۔۔۔۔۔"

"یہ نمبر ضرور مسز کاؤس کی کار کا ہے" رشکی نے کہا۔

"ان کا اصلی نام مریم ستارہ ہے۔ میں ان سے ملنا ۔۔۔۔"

اچانک موڑ پر سے ایک کار کی روشنی نمودار ہوئی۔ پریم کا آدمی تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور کار جس جگہ آ کر رکی تھی ادھر لپٹ کی طرف جا کر واپس لوٹا "اس کار کا یہی نمبر ہے" وہ بولا۔

رشکی تیزی سے اس کار کی طرف بڑھا اور جیسے ہی اس میں سے ایک عورت نکلی رشکی وہاں پہنچ چکا تھا۔ وہ بولا "میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں مس مریم ستارہ!"

"آپ کون ہیں" وہ تیزی سے بولی۔

"میرا نام مراد رشکی ہے" رشکی نے کہا "میں ایک وکیل ہوں۔ مسٹر فریدیں کا نمائندہ" ۔۔۔ میں آپ سے مسٹر نریمان کی بابت کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں"

"میں کچھ نہیں جانتی" وہ بولی

"بیوقوف نہ بنئے" رشکی نے کہا "معاملہ اس قدر آگے بڑھ چکا ہے کہ اب آپ کے بس کا نہیں ہے"

"آپ کا کیا مطلب ہے؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اخباری نمائندے کھوج میں ہیں۔ وہ جلد ہی یہ معلوم کر لیں گے کہ آپ نے زیبان سے شادی کی ہے جس نے فرضیہ نام کاؤس رکھ لیا تھا۔ اس کے بعد وہ یہ معلوم کر لیں گے کہ زیبان کا اصلی طوطا زمرد آپ کے مکان کے برآمدے میں موجود ہے اور چونکہ یہ طوطا برابر یہ چلا رہا ہے کہ ــــ "سارہ! سارہ!! ــــ مت مارہ" اس لئے ....."

رشکی دانستہ چپ ہو گیا۔ مریم سارہ ایک سخت الجھن میں پھنس گئی تھی۔ وہ بولی "آپ نے یہ باتیں کس طرح معلوم کر لیں"

"یہ سب باتیں میں نے اُسی طرح معلوم کی ہیں جس طرح کچھ دن کے بعد پولیس بھی ان کو معلوم کر لیگی"

"اچھا تو میں گفتگو کو تیار ہوں۔ آپ کیا جاننا چاہتے ہیں؟"

"سب کچھ" رشکی بولا۔

"تو آپ میری کار میں گفتگو فرمائیں گے یا میرے مکان پر" مسز کاؤس نے کہا۔

"میں اپنی کار کو زیادہ پسند کروں گا بشرطیکہ آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو"

وہ دونوں کار کی طرف گئے اور پاندر سامنے کی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ فیروزہ سے تعارف کرایا گیا۔ مسز کاؤس نے نہایت سکون کے ساتھ کہنا شروع کیا "میں ایک لائبریرین ہوں اور اب تک میں نے کبھی شادی نہیں کی تھی کیونکہ میں اپنی زندگی کو ازدواجی شکل میں گذارنا چاہتی تھی۔ تقریباً دو ماہ گذرے جبکہ لائبریری میں پہلی مرتبہ میری ملاقات اُس شخص سے ہوئی جس کا اصلی نام مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ زیبان صابر ہے چند دنوں میں ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ اُس کا علمی ذوق کافی بلند ہے۔ وہ تاریخ۔ معاشیات۔ سائنس اور سوانح عمریوں کا بہت شایق تھا اور اعلیٰ درجے کا افسانوی ادب پسند کرتا تھا۔ اس کی

شخصیت کا میرے دل پر کافی اثر پڑا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ سے بہت زیادہ بڑا تھا اور بظاہر بے روزگار تھا۔ اُس نے مجھے اپنا نام کاؤمس بتلایا اور ظاہر کیا کہ اس کی دوکان جو کسی زمانے میں خوب چلتی تھی، مختلف ناسازگار حالات کی وجہ سے برباد ہو گئی تھی۔ اور اب باوجود تلاش کے اُس کے پاس کوئی کام نہ تھا۔"

"کیا آپ کو معلوم ہے اُس نے کیوں فرضی نام اختیار کیا؟" رشکی نے پوچھا۔

"ہاں یہ بات مجھے اب معلوم ہو چکی ہے پہلی وجہ تو یہ تھی کہ وہ شادی شدہ تھا اور دوسری بات یہ کہ وہ دولت مند تھا۔ ایک طرف تو وہ اپنی بیوی کے غیض سے بچنا چاہتا تھا اور دوسری طرف اُن عورتوں سے جو محض دولت لوٹنے کے لئے شادی کرتی ہیں ــــ میں اس جھوٹ اور دجل کے لئے اس کو خطاوار نہیں سمجھتی۔ بہرحال میری زندگی کے دو مسرور ترین مہینے وہ تھے جو مسٹر زیمان کی ملاقات کے بعد اُس کے ساتھ گذرے۔ اب اس موجودہ حادثہ نے میرے دل پر تباہ کن چوٹ لگائی ہے۔ بہرحال میں نے اس کو بتایا کہ میرے پاس کچھ رقم جمع ہے اور اس لئے محبوب نگر میں ہی کاروبار شروع کر دیا جائے۔ لیکن زیمان نے اس مقام کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کو ناپسند کیا۔ اس پر میں نے اس سے کوئی دوسرا مقام انتخاب کرنے کو کہا۔ اسی غرض سے وہ وہاں سے چلا گیا۔ اُس کے وہاں سے جانے کے ایک ہفتہ پیشتر ہی ہماری شادی ہو چکی تھی۔ اس کے بعد اُس کے خطوط مختلف مقامات سے میرے پاس آتے رہے جن میں زیادہ تر اُس کی محبت کے جذبات ہوتے تھے۔ معاملات کی اصلیت آج صبح پہلی مرتبہ مجھ پر ظاہر ہوئی۔ جب کہ میں نے اخبار میں اس کی تصویر دیکھی۔ جس کو مقتول کی تصویر بتایا گیا تھا۔"

"آپ نے فوراً اس کو پہچان لیا؟" رشکی نے پوچھا۔

"بے شک ــ مگر ایک بات مجھے بے تکی سی معلوم ہوتی تھی۔ وہ بظاہر ایسا کاروبار نہیں رکھتا تھا جو دنیا میں ناکام ہو اس کے علاوہ وہ میری رقم سے کاروبار کرنے سے پرہیز

کرتا رہا۔ آج اخبارات سے یہ معلوم کر کے کہ وہ کتنا دردناک حادثہ تھا مجھے اس کی یہ وجہ معلوم ہوئی"

"آپ کو گذشتہ ہفتہ میں اس کا کوئی خط نہ ملا ہوگا؟" رشکی نے پوچھا

"جی نہیں" مسز کاٹوس نے کہا۔ "مجھے اس کا ایک خط تو اسی ہفتہ کے دن ۱۰ تاریخ کو ملا ہے جو رام گڈھ سے روانہ کیا گیا تھا۔ میں اس کی طرز تحریر سے خوب واقف ہوں۔ یہ خط اسی کے قلم کا ہے۔

"لیکن بظاہر تو اس کا ثبوت موجود ہے کہ اس کو پیٹر سمبر کو قتل کیا گیا؟" رشکی نے پوچھا۔

"آپ سمجھے نہیں۔ وہ میری محبت کو آزمانا چاہتا تھا وہ کاروبار کے لئے یہ دورہ نہیں کر رہا تھا۔ اس نے مختلف مقامات پر خط لکھ کر چھوڑ دینے تھے کہ مختلف تاریخوں میں سپرد ڈاک کئے جائیں"

"یہ آخری خط جو آپ کو ملا یقیناً بالکل پرائیویٹ ہی ہوگا لیکن میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اگر اس نے کئی سربمہر خط لکھ کر مختلف مقامات سے مختلف تاریخوں میں روانہ کرنے کا انتظام کیا ہے تو یہ انتظام کسی ایک شخص کے سپرد ضرور کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ یہی شخص وہ آخری انسان ہو جس نے نرمیان کو زندہ دیکھا ہو"

"بات یہ ہے مسٹر رشکی کہ وہ خط بالکل ذاتی قسم کا ہے اور ....."

"آپ کی شادی کب ہوگی؟" رشکی نے ایکدم پوچھا۔

"۲۷ اگست کو"

"کہاں؟"

"ہم دونوں نے سرحد کے پار کسی گرجا میں شادی کی تھی"

"مسٹر نرمیان کسی وجہ سے یہی چاہتے تھے۔ اس کے بعد ان کا خیال تھا کہ رام گڈھ میں بھی باقاعدہ شادی منائی جائے گی"

"یہ کیوں؟" رشکی نے کہا۔

"اُس نے بتایا کہ اس کی بیوی جس کے ساتھ اس کی سول میرج ہوئی تھی طلاق حاصل کر چکی ہے لیکن چونکہ ابھی طلاق کی عدالت کی کارروائی ختم نہیں ہوئی اس لئے اگر ہندوستان میں کسی جگہ ہماری شادی ہوتی تو ممکن ہے کہ قانونی رو سے اس شادی کو نا جائز قرار دیا جائے گویا پرتگالی حکومت کے تحت ہے اس لئے وہاں کوئی خدشہ نہ تھا۔ پھر بھی ہم کو اپنے ضمیر کی آواز یہی مجبور کرتی تھی کہ بعد میں ہندوستان میں بھی یہی شادی کی رسم پوری طرح منائی جائے تاکہ ہندوستانی قانون کے لحاظ سے بھی یہ قابلِ تسلیم ہو"

"طوطے کی بابت کچھ بتائیے" رشکی بولا۔

"مسٹر ترمیان اس طوطے کو جمعہ کے دن گھر لائے تھے۔ ۱۲ تاریخ کو یعنی ریوالور سے وودز قتل"

"طوطے کا نام آپ کو معلوم ہے"

"جی ہاں۔ اس کا نام زمرد ہے"

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ طوطی لاش کے پاس پہاڑی قیامگاہ میں بھی پایا گیا ہے"

"جی ہاں"

"اُس طوطے کی بابت آپ کو کیا معلوم ہے؟"

"کچھ بھی نہیں"

"لیکن یہ تو کچھ بنے بنائی سی بات معلوم ہوتی ہے"

رشکی نے کہا: "پھر یہ کیا آپ کو پہاڑی قیامگاہ "آشیانہ" کی بابت کچھ معلومات ہیں؟"

"جی ہاں۔ ہم نے شادی کے بعد کے رنگین ایام اسی جگہ گذارے تھے۔ ترمیان نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ مکان اس کے ایک دوست کا ہے جس سے چند دنوں کے لئے اس کو حاصل کر لیا گیا ہے۔ ہم صرف اتوار تک وہاں رہے کیونکہ مجھے پیر کے دن ملازمت پر حاضر ہونا تھا"

"آپ کی شادی ۷ اگست کو ہوئی؟" رشکی نے پوچھا۔

"ہاں"

"اور آپ ۲۷ راگست کی شام کو پہاڑی قیامگاہ میں چلی آئیں؟"

"نہیں" وہ بولی "فاصلہ بہت تھا۔ ہم ۲۸ راگست کی صبح کو وہاں پہونچے"

"آپ نے اپنے کچھ کپڑے وہاں چھوڑے تھے؟"

"ہاں"

"کیا آپ نے واقعہ ایسا کیا تھا؟"

"ہاں۔ بات یہ ہے کہ ہم بہت عجلت میں پہاڑی قیامگاہ سے روانہ ہوئے تھے۔ ایک نے ایک ہمسایہ نریمان سے ملنے آیا۔ نریمان اس سے ملنا نہ چاہتا تھا شاید اسی لئے کہ کہیں ہمارے گھر ہماری موجودگی کا علم ہو جائے یا شاید اس لئے کہ ہمسایہ کے ذریعہ چلا گیا اور اس کے بعد ہم دونوں عجلت سے وہاں سے روانہ ہو گئے"

"جب آپ وہاں پہاڑی قیامگاہ یعنی "آرشیانہ" میں تھیں تو کیا نریمان نے ٹیلیفون استعمال کیا تھا؟" جرشکی نے پوچھا۔

"جی ہاں دو مرتبہ۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کس سے باتیں ہوئیں"

"کیا آپ کو قتل کا کسی پر شبہ ہے؟"

"نہیں" وہ بولی "لیکن میں ریوالور کو پہچانتی ہوں"

"آپ پہچانتی ہیں؟" رشکی حیرت زدہ ہو کر بولا۔

"جی ہاں! جس لائبریری کی میں نگراں ہوں اسی میں ایک چھوٹا سا عجائب خانہ بھی ہے جس میں قدیم و عجیب چیزیں ہیں۔ یہ ریوالور اسی عجائب خانہ میں تھا"

"اس کو وہاں سے کس نے نکالا؟"

"میں نے"

"آپ نے؟ ۔ کیوں؟"

"میرے شوہر نے کہا تھا"

"آپ نے ریوالور کس کو دیا؟"

"میرے خیال میں مجھے اس سوال کا جواب نہ دینا چاہئے" مسز کاؤس بولی۔

"آپ کو آج ہی یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کا شوہر مر کر چھوڑ رہتی ہے تو آپ کو کتنا مالی فائدہ ہو سکتا ہے؟" رشکی نے کہا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لئے کوئی وصیت نامہ یا انشورنس وغیرہ....."

"جی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ مجھے روپیہ سے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو اب نریمان کے لڑکے سے مل کر کل حالات بیان کر دینا چاہتی ہوں"

"لیکن مکان کے اندر اس وقت نریمان کی بیوی بھی موجود ہے" رشکی بولا۔

مسز کاؤس (سالفہ مریم سارہ) ہونٹ دانتوں میں دبا کر خاموش رہ گئی۔ رشکی نے کہا "دیکھئے محترمہ پولیس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ سکتی کہ اس ریوالور کی موجودگی جس کا آپ سے تعلق ہے وہاں لاش کے پاس کیسے ملا؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ کو معلوم ہو گیا ہو کہ نریمان نے آپ کو دھوکہ دیا ہے اور پھر آپ کو غصہ آیا ہو اور....."

"اور نریمان کو میں نے قتل کر دیا ہو؟ کیوں یہی آپ کہنا چاہتے ہیں نا" وہ بولی۔

"جی ہاں"

"یہ بالکل لغو خیال ہے۔ میں دنیا میں سب سے زیادہ صرف نریمان سے ہی محبت کرتی تھی" یہ کہہ کر وہ آبدیدہ ہو گئی۔

رشکی نے گفتگو ختم کرتے ہوئے فیروزہ کی طرف دیکھا اور کہا "مس فیروزہ! دیکھو تم محترمہ مریم سارہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور کسی ایسی جگہ آرام کرنے دو جہاں اخبار والے ان کو پریشان نہ کر سکیں"

"اگر میں تو کہیں جا نا نہیں چاہتی" مریم سارہ بولی۔

"دیکھو بہن ۔ مکان کے اندر نریمان کی بدمزاج بیوہ سارہ موجود ہے۔ ادھر جانا تو آپ پسند ہی نہ کریں گی لیکن دوسرا بڑا خطرہ یہ ہے کہ ابھی تو پولیس کو معلوم نہیں مگر جلد ہی ان کو یہ پتہ چل جائے گا کہ وہ ریوالور آپ کے کتب خانہ کے عجائب گھر سے لیا گیا تو وہ لوگ آپ کو گرفتار کر لیں گے اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"اور مجھ پر قتل کا الزام لگائیں گے ؟"

"بے شک ! ۔ آپ ان کے اس خیال کو لغو کہتی ہیں لیکن معمولی سطحی عقل سے دیکھا جائے تو یہ الزام لغو نہیں ہے۔"

"آپ کس شخص کے نمائندہ ہیں ؟" وہ بولی

"مسٹر فریدوں کی نمائندگی کر رہا ہوں میں۔" میں دوسری باتوں کے علاوہ اس قتل کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔ آپ ایک بہت چکر میں پھنس گئی ہیں۔ میرا عقیدہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ کمزور بے گناہ کی خدمت کروں اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"تو آپ چاہتے ہیں میں فرار ہو جاؤں ؟" مریم سارہ بولی۔

"نہیں۔ یہی تو وہ بات ہے۔ جو میں ہرگز نہیں چاہتا۔ لیکن کل تک ہمیں حالات کو دیکھنا پڑے گا۔"

"بہتر ہے۔ میں تیار ہوں" مریم سارہ نے کہا۔

رشکی نے فیروزہ سے کہا ۔ "دیکھو تم مخزنہ مریم سارہ کی کار میں چلی جاؤ اور ان کو ساتھ لے جاؤ اور مجھے ٹیلیفون کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

فیروزہ اور مریم سارہ کو لے کر کار روانہ ہو گئی۔ رشکی کچھ دیر کھڑا ہوا دیکھتا رہا اور اس کے بعد وہ نریمان کے مکان کی شاندار عمارت میں داخل ہو گیا۔

(۵)

دروازے پر ہی رشکی کا خیر مقدم نریمان کے سیکرٹری سہرا نے کیا اور اس کو بتایا کہ نریمان کی بیوہ سارہ آگئی ہے اور اندر بڑے زوروں سے جھگڑا ہو رہا ہے۔ رشکی اچانک اس منظر میں داخل ہوا سب خاموش ہو گئے۔ فریدوں نے اُٹھ کر ہاتھ ملایا اور اپنی سوتیلی سارہ نریمان اور اس کے لڑکے چارلس سے تعارف کرایا۔

رشکی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "آپ سب سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور ۔۔۔۔"

"خوشی وغیرہ کا تذکرہ بیکار ہے" سارہ نریمان بگڑ کر بولی "آپ ہمارے دشمن ہیں۔ ہمیں آپ سے جنگ کرنی پڑے گی"

"جنگ کس لئے؟" رشکی نے کہا۔

"اس لئے کہ آپ مجھے میرے جائز حق سے محروم کر دینے کے لئے فریدوں کی طرف سے کام کر رہے ہیں۔ میں صاف صاف آپ سے کہہ دینا چاہتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر نریمان کا ایک وصیت نامہ موجود ہے جس میں املاک کا بیشتر حصہ مجھے دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں کل جائداد کی وارث ہوں اور پورے کاروبار کی نگراں ۔۔۔ میں اپنے کسی عزیز کی بھی اس میں مداخلت نہیں چاہتی فریدوں نے مسٹر نریمان کی حیات میں ہی مجھ سے مخالفانہ رویہ رکھا ہے۔ اس لئے اب میں اس سلسلہ میں ان کو بھی لپند نہیں کرتی۔"

"آپ نے کسی وکیل کو بھی مقرر کیا ہے یا یوں ہی اپنا نظریہ ۔۔۔۔۔۔"

"آپ فکر نہ کریں" وہ تیزی سے بولی "میں آپ کے دام میں نہیں آسکتی ہوں۔ وکیل بھی مقرر ہو جائے گا۔"

"لیکن وہ وصیت نامہ تو آپ کے پاس نہیں ہے" رشکی نے کہا۔

"بے شک ۔ میں اپنے شوہر کے وصیت نامہ کو اپنے ساتھ لئے پھرنے کی عادی نہیں ہوں۔ غالباً وہ وصیت نامہ مسٹر نریمان کے کاغذات میں ہی کہیں ہے بشرطیکہ فریدوں نے اس کو ضائع نہ کر دیا ہو۔"

"آپ کی تمام مہربانیوں کا شکریہ" رشکی نے جواب دیا۔ "میں آپ سے صرف ایک بے ڈھنگا سا سوال کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ نے اور مسٹر نریمان نے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے کا فیصلہ نہیں کر لیا تھا۔ کیا آپ یہ فیصلہ نہیں کر چکی تھیں کہ آپ دونوں اب زن و شوہر کی حیثیت سے ساتھ نہیں رہیں گے؟ کیا آپ کا یہ دنیا کا سیر و سفر کرنا اسی قسم کے باہمی سمجھوتہ کا نتیجہ نہ تھا؟"

"بالکل نہیں! یہ سب بیہودہ باتیں ہیں"

"حقیقت تو یہ ہے کہ مسٹر رشکی کہ میں اس معاملہ میں ۔۔۔۔۔" سہراب نے کہنا چاہا لیکن مسز سارہ نریمان کی غیض آلود نظروں نے اس کو خاموش کر دیا۔

"مسٹر فریدوں میں ایک خاص بات آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں" رشکی بولا "آپ کے والد یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ موجودہ ماہ کی ۵ تاریخ کو پیر کے دن اپنی بیوی کو طلاق دے دیں گے"

"یہ میری بے عزتی ہے" مسز سارہ نریمان تڑپ کر بولی۔

"کچھ بھی ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے" نریمان کا سیکرٹری سہراب بولا۔ اٹھا۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ مسز سارہ نریمان مجھ پر خواست کر دیں گی۔ لیکن اپنے ضمیر کی آواز کو دبا نہیں سکتا۔"

"ہزار لعنت تمہارے بیہودہ ضمیر پر ۔ تم بے ایمان ہو۔ مسٹر نریمان خود تم کو برخواست کرنے کو تھے" سارہ نے کہا۔

"بات یہ ہے" سہراب بولا "مسٹر نریمان دنیا کے سفر پر بالکل ہی نہیں گئی تھیں"

"کیا واقعی؟" رشکی بولا۔

جی ہاں! یہ تو صرف ایک بہانہ تھا کہ خبر ہو کر حقیقت کی ہوا نہ لگے اور طلاق کی خبر نہ ہو۔ مسز سارہ نریمان جہاز میں سوار ہوئیں لیکن رنگون سے آگے نہیں گئیں۔ بلکہ وہاں سے لوٹ کر ڈھاکہ واپس آگئیں اور ٹھہر گئیں۔ یہ سب کچھ مسٹر نریمان کی ہدایت کیطابق ہوا تھا۔ عدالت سے طلاق کا سرٹیفکیٹ لے کر پیش کرنے پر مسز سارہ نریمان کو ایک لاکھ روپیہ مسٹر نریمان کی طرف سے پیش کیا جاتا تھا۔

"سہراب! سارہ بولی "میں نے تم کو اپنی زبان بند رکھنے کا حکم دیا تھا"

"جی ہاں میں نے اب تک کسی سے بھی یہ نہیں بتایا تھا۔ یہاں تک مسٹر فرمانیتک سے بھی کچھ نہ کہا لیکن ....."

"سوال تو یہ ہے کہ یہ طلاق واقعی حاصل کی گئی یا نہیں" رشکی نے کہا۔

"سنئے" سہراب بولا "مسز سارہ نے ڈھاکہ میں چند ہفتے قیام کیا اور وہاں عدالت سے طلاق حاصل کی جس کے جملہ کاغذات نریمان نے مکمل کر کے دیدیئے تھے۔ اس کے بعد مسز سارہ کلکتہ چلی گئیں۔ یہی وہ بات تھی جس کے لئے مسٹر نریمان نے ۵ تاریخ کی شام کو مجھے ٹیلیفون کیا تھا۔ مسٹر جارلس ہوائی جہاز کے ساتھ بمبئی میں میرے لئے تیار تھے میں کلکتہ پہونچا مگر اسی میں فضائی گڑبڑ کی وجہ سے ہمیں تاخیر ہوئی۔ میں ۷ تاریخ کی سہ پہر کو کلکتہ پہونچا۔ میں سیدھا اُن جہازوں کے پاس پہونچا جن کی بابت مسٹر نریمان نے مجھے ہدایت کی تھی۔ اور اس ڈیل سے ملا جو کلکتہ میں مسٹر نریمان کا نمائندہ تھا۔ میں چاہتا تھا کہ طلاق کے سرٹیفکیٹ کا یہ لوگ غور سے معائنہ کرلیں تو میں روپیہ ادا کروں"

"آپ نے کب روپیہ ادا کیا؟" رشکی نے کہا۔

"کلکتہ کے ایک ہوٹل میں ۷ تاریخ کو بعد کی شام کو میں نے رقم ادا کی۔ یہ رقم ایک ایک ہزار کے ایک سو نوٹوں کی شکل میں دی گئی۔ مسز سارہ ایسا ہی چاہتی تھیں"

"مسز سارہ نے آپ کو اس کی رسید دی؟ رشکی نے پوچھا۔

جی ہاں ۔ اور میرے پاس طلاق کے سرٹیفکیٹ کی باضابطہ نقل بھی موجود ہے،" مہراب نے کہا۔

یہ کہہ کر مہراب نے سرٹیفکیٹ کی نقل پیش کردی۔ رشکی اور فریدوں نے پرشوق نظروں سے اس کا معائنہ کیا۔ اس کے بعد فریدوں بولا ۔" اس صورت میں اب محترمہ سلمہ میرے والدکی بیوہ نہیں ہیں۔ اور غالباً جب تک کوئی خاص وصیت نامہ موجود نہ ہو ان کو کوئی حصہ املاک میں نہیں ملتا،"

" لیکن تم نے بہت جلدی کی کہ مسٹر نریمان کو قتل کر دیا،" سارہ غضبناک تبسم سے بولی۔

" میں نے ؟ ۔ قتل ؟ " فریدوں چونک کر بولا۔

" جی ہاں۔ کیا آپ بہرے ہیں۔ کہ میرے الفاظ کو نہیں سنتے،"

" دیکھیے امّی جان اس قسم کے الزامات لگانے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔" سمپارسن بولا۔

" لیکن" ایک بات قابلِ غور ہے،" رشکی سرٹیفکیٹ کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا " طلاق کا حکم عدالت سے ۶ تاریخ کو مشکل کے دن دیا گیا۔ لیکن ۶ تاریخ کو کس وقت دیا گیا۔ یہ بات ظاہر نہیں ہوتی"

" تو اس کا مطلب" ؟ فریدوں نے دریافت کیا

" مطلب صرف یہ ہے کہ اگر حکم طلاق مسٹر نریمان سے پہلے مسز نریمان قتل ہوئے تو طلاق کا حکم بے کار ہو جاتا ہے" رشکی نے کہا۔

سب لوگ خاموش رہ گئے۔ معاً وہ اقبی پیچیدہ بات ۔ ایک منٹ کے بعد مسز سارہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ۔" میں کہتی نہ تھی مسٹر فریدوں کہ آپ نے اپنے باپ کو قتل کرنے میں ذرا جلدی کی"

"لیکن اگر قتل بعد میں ہوا ہے تو ....." رشکی نے کہنا چاہا لیکن مسز سارہ نے روک دیا۔

"جی نہیں" وہ طنزیہ بولی "مسٹر نریمان کو صحیح کے وقت قتل کیا گیا یعنی اس وقت جب کہ وہ مچھلی کے شکار سے واپس آئے تھے۔ سہراب مجھے سب کچھ بتا چکا ہے۔ اب ان حقائق کو بدلا نہیں جا سکتا۔"

"لیکن قتل کا وقت ٹھیک ٹھیک متعین کرنے میں چند مشکلات حائل ہیں مسز سارہ" رشکی نے کہا۔

"ضرور" وہ بولی "آپ لوگ تو اب گڑبڑ کرنے کی کوشش کریں گے ہی۔ لیکن میں ٹھاکر میں اپنے وکیل کے ذریعہ اس کا ثبوت مہیا کر دوں گی۔"

فریدوں نے بدلتے ہوئے رشکی کی طرف دیکھا اور پر غیض آلود ہو کر اپنی سوتیلی ماں سے کہا "آپ مجھ پر قتل کا الزام لگاتی ہیں۔ لیکن آخر آپ اس وقت کیا کر رہی تھیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ نے میرے باپ کو دھوکہ دیا اور رطل بی کو بے کار کرنے کی غرض سے اپنے شوہر کو ہلاک کر ڈالا؟"

"آپ بالکل گھبرائیں کہ لگے ہیں مسٹر فریدوں" وہ بولی "میں اس دن ڈھاکہ میں موجود تھی۔ اس کے گواہ اور ثبوت موجود ہیں۔ صبح سے ساڑھے چار بجے شام تک میں عدالت میں موجود تھی۔"

"میں ایک اہم بات آپ لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں" رشکی نے کہا "سنئے مسٹر نریمان نے مرحوم پارکر سے کہہ کر گواکر علاقہ میں جا کر ایک لڑکی سے شادی کی جو محبوب نگر میں لائبریرین ہے۔ اس کا نام مریم سارہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ مسٹر نریمان کے پاس جو طوطا پایا گیا عام طور پر یہی خیال ہے کہ وہ ان کا پالتو طوطا زمرد تھا۔ یہ غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسٹر نریمان نے ایک دوسرا طوطا خریدا تھا اور زمرد کو مریم سارہ کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ زمرد ۲ تاریخ بروز جمعہ

سے اب تک اُن کے پاس ہی ہے ۔

مسز سارہ زیبان اُٹھ کھڑی ہوئی اور بولی "ان سب باتوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ سہراب جو کچھ کہا ہے اس کے لئے اس کو پچھتانا پڑے گا۔ آؤ جارس اب ہم چلیں اور کوئی اپنا وکیل مقرر کریں تاکہ یہ لوگ معاملات میں کوئی گڑبڑ نہ کر سکیں"

جب وہ دونوں چلے گئے تو فریدوں بولا "کہئے مسٹر رشکی! اب مجھے کیا کرنا چاہئے مسز سارہ زیبان مجھ پر قتل کا الزام تھوپ رہی ہیں"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر فریدوں" رشکی بولا ۔

"یہ مختصر طوفانی قسم کی معلوم ہوتی ہیں لیکن ایسا طوفان بہت کم آتا ہے"

"اور یہ طوطا بدلنے کا قصہ کیا ہے" فریدوں نے کہا ۔

"بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپکے والد اپنے اصلی طوطے کو کسی محفوظ جگہ رکھنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے اس کی جگہ دوسرا طوطا خرید لیا"

"لیکن طوطے کے قتل ہونے کا تو کوئی خطرہ نہ تھا؟" فریدوں نے کہا ۔

"اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں" سہراب نے کہا "طوطے کو یقیناً کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ قاتل نے خاص طور پر طوطے پر رحم کھا کر اس کے لئے دانہ پانی کا انتظام کیا تھا"

"جی ہاں" رشکی نے کہا "اچھا اب میں چلتا ہوں۔ مجھے طلاق نامہ کے فوٹو گراف کاپیاں لینی ہیں اور پھر عدالت کے اصلی کاغذات سے ان کو ملانا ہے۔"

(۷)

رشکی ابھی اپنے دفتر میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ پولیس کی ایک کار تیزی سے آکر رکی اور انسپکٹر کرتار سنگھ انسپکٹر شہباز اور محبوب نگر کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نصرت داخل ہوئے اور آتے ہی سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی ـــ "مریم سارہ کہاں ہے؟" نصرت نے پوچھا ۔

"مجھے کیا علم ہو سکتا ہے؟" رشکی نے کمالِ اطمینان سے جواب دیا۔
"ہمارا خیال مختلف ہے" نصرت نے طنزیہ کہا۔ "آپ نے مریم سارہ کو کہیں فرار کر دیا ہے"
"اگر یہ بات ہے تو آپ لوگ غور سے سنیئے ۔" رشکی نے کہا۔ "میں مریم سارہ کا وکیل ہوں۔ میں مسٹر فریدی کا بھی وکیل ہوں۔ میں اس قتل کا راز سلجھانا چاہتا ہوں۔ آپ بھی اپنے طریقہ پر ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے راستہ پر چلیں اور میں اپنے"
"ہم مریم سارہ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں" نصرت نے کہا۔
"تو شوق سے کیجئے"
"لیکن وہ ہے کہاں؟"
"اگر آپ کو وہ کہیں نہیں ملی تو غالباً میری کسی جیب میں ہو گی۔ یہی خیال ہے نا آپ کا؟" رشکی نے مسکرا کر کہا۔
"مریم سارہ کو چھپانا مجرمانہ فعل ہے" نصرت بولا۔
"تو آپ شوق سے مجھ پر فردِ جرم عائد فرمائیے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔ لیکن کیا آپ مریم سارہ کو قاتل سمجھتے ہیں؟"
"جی ہاں" نصرت بولا۔
"اگر آپ حکم دیں تو میں مسٹر رشکی کو گرفتار کر لوں" انسپکٹر شہباز بولا۔
"ٹھہریئے" انسپکٹر کرتار سنگھ نے کہا۔ "میرے خیال میں ایسی باتوں سے کام نہ چلے گا۔ مسٹر رشکی میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ کو یہ معلوم تھا کہ جس بلوا لور سے قتل کیا گیا ہے وہ محبوب نگر کی سرکاری لائبریری کے عجائب خانہ سے حاصل کیا گیا ہے؟"
"اگر ایسا ہوا ہے تو اس سے کیا مطلب ہے آپ کا؟" رشکی نے کہا
"اور کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ لائبریری کی مریم سارہ نے ایک شخص سے شادی کی جس کا

نام بظاہر کاؤس تھا لیکن دراصل وہ مسٹر نریمان ہی تھے؟" کرتار سنگھ بولا۔

"جی ہاں! مجھے یہ سب کچھ پہلے ہی معلوم ہے" رشکی نے کہا "میں آپ کے فائدے کے لئے اتنا اور بتاتا ہوں کہ نریمان کا اصل طوطا اس وقت مریم سارہ کے گھر میں موجود ہے اور نریمان نے ایک دوسرا طوطا خریدا تھا۔ جو اس کی لاش کے پاس پایا گیا ہے"

"پولیس کے لوگ حیرت میں پڑ گئے "کیا آپ سچ فرما رہے ہیں؟" کرتار سنگھ بولا۔

"بالکل سچ" رشکی بولا۔

"اگر آپ نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی مریم سارہ کو چھپایا۔ تو واقعی آپ مجرم ہیں" نصرت نے کہا۔

"تو آپ مشتوق سے قانونی کارروائی کریں" رشکی نے جواب دیا "اگر کچھ کسر باقی ہے تو آنا آپ اور سن لیں کہ مریم سارہ کے مکان میں جو نریمان کا اصل طوطا زمرد موجود ہے وہ برابر یہی رٹ لگاتا رہتا ہے کہ سارہ! سارہ! ٹیں۔ ٹیں۔ مت مارو"

"اس سے آپ کیا نتیجہ نکالتے ہیں؟" کرتار سنگھ نے حیرت سے کہا۔

"بظاہر تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سارہ نام کی کسی عورت نے ریوالور نکال کر نریمان کو قتل کرنا چاہا تو نریمان نے اس کا نام لے کر پکارا اور کہا "مت مارو" لیکن قاتل نے گولی چلا دی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ قتل مریم سارہ کے مکان میں نہیں بلکہ پہاڑی فیاض گاہ آشیانہ میں ہوا اور زمرد مریم سارہ کے مکان میں تھا نہ کہ آشیانہ میں"

"آپ سب کچھ گڑبڑ کرنا چاہتے ہیں" نصرت بولا۔

"ہم آپ کی چال میں نہیں آئیں گے۔ میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر مریم سارہ کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر دیں ورنہ میں محبوب نگر کی عدالت میں آپ کو گرفتار کر کے پیش کروں گا"

"بہتر ہو کہ آپ ۴۸ گھنٹے کی بجائے ۲۴ گھنٹے ہی مقرر کریں" انسپکٹر شہباز بولا۔

"اچھا یہی ہے مسٹر رشکی کہ آپ کل تک مریم سارہ کو حاضر کر دیں"، نصرت نے کہا۔
"ورنہ نتائج کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔"

"فضول باتیں نہ کیجئے مسز نصرت" رشکی بولا۔ "جو کچھ میں کہتا ہوں غور سے سنیئے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ زیبان اور سارہ میں خفیہ طور پر یہ سمجھوتہ ہوا تھا کہ مسز سارہ دنیا کے سفر کا بہانہ کر کے ڈھاکہ پہونچ جائے وہاں طلاق حاصل کرے اور اس کا معاوضہ اس کو ایک لاکھ روپیہ ادا کیا جائے۔"

"لیکن ہمارے آدمیوں نے تو مسز سارہ کو ایک جہاز پر پایا تھا جو آبنائے ملاکا میں سے گذر رہا تھا۔ یہ ڈھاکہ والا قصہ محض جھوٹ ہے" نصرت نے کہا۔

"ممکن ہے" رشکی بولا۔ "لیکن سہراب نے مسز سارہ سے کلکتہ میں ۷ تاریخ کو بدھ کے دن ملاقات کی۔ مسز سارہ نے اس کو طلاق کا باقاعدہ عدالتی سرٹیفکیٹ دیا اور سہراب نے اس کو ایک لاکھ روپیہ نقد ادا کیا جس کی رسید بھی موجود ہے۔"

"تو آپ کا مطلب کیا ہے" انسپکٹر کرتار سنگھ نے کہا۔

"دیکھئے" رشکی نے کہا "طلاق نامہ پر ۷ تاریخ منگل کا دن تحریر ہے۔ اگر زیبان کا قتل طلاق نامہ کے اجراء سے قبل ہوا ہے تو طلاق ناجائز ہے اور ....."

"یہ سب بیکار ہے" انسپکٹر شہباز بولا۔ "اصلی بات یہ ہے کہ کسی طرح مریم سارہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ کاؤس کا اصلی نام زیبان ہے اور وہ شادی شدہ ہے۔ اس نے طیش میں آ کر لائبریری کے عجائب خانہ میں سے بھالا اور حاصل کیا اور زیبان کو قتل کر دیا" — پھر وہ وڈی ہوئی مسٹر رشکی کے پاس آئی تاکہ اس کو قانون کی گرفت سے بچانے میں اس کو لے کر مسٹر رشکی اور ان کی سیکرٹری مسز فیروزہ کہیں گئے۔ رشکی صاحب مایوس آ گئے لیکن مس فیروزہ کہاں ہیں۔ مریم سارہ کہاں ہے؟ — "اب مسٹر رشکی خواہ مخواہ درمیان میں مسز سارہ کو گھسیٹ رہے ہیں تاکہ مریم سارہ کو بچا لیں"

ابھی رشکی کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ پریم کمرے میں داخل ہوا اس کو دیکھتے ہی رشکی نے کہا۔
"کہو کیا خبر لائے ہو؟"
"کیا میں سر کے سامنے کہہ دوں؟" پریم نے کہا۔
"ہاں" رشکی نے جواب دیا۔
"میں نے دور دور ٹرنک کال کے ذریعے اپنے کارکنوں سے معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ یہ بات صحیح ہے کہ مسز سارہ ڈھاکہ میں تھی اور وہاں چھ ہفتہ قیام کے بعد اس نے نریمان کے خلاف طلاق کی درخواست عدالت میں دی وہاں سے وہ کلکتہ گئی اور ۷ تاریخ کی شام کو بدھ کے دن کلکتہ میں موجود تھی وہ ۱۰ تاریخ کو منگل کے دن ڈھاکہ سے شام کے وقت روانہ ہوئی تھی"
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن قتل ہوا ہے اس دن مسز سارہ ڈھاکہ میں موجود تھی" نصرت بولا "مسٹر رشکی خواہ مخواہ اس کو اس معاملہ میں گھسیٹ کر مریم سارہ کو بچا رہے ہیں ——" دیکھئے مسٹر رشکی۔ آپ کل ۱۲ بجے تک مریم سارہ کو مجسٹریٹ کے سامنے حاضر کریں ورنہ آپ کو عدالت کے سامنے جانا ہوگا"
اس الٹی میٹم کے ساتھ ہی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور اس کے ساتھی اٹھے اور کمرے سے نکل گئے۔
رشکی نے پریم کی طرف مسکرا کر دیکھا اور بولا" پریم! چلو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے —— آج ہمیں ایک طوطا چرانا ہے"
"طوطا؟ پریم حیرت سے بولا" کیا مرد؟"
"ہاں" رشکی نے کہا" مجھے پختہ یقین ہے کہ اس راز کی کنجی یہی طوطا مرد ہے۔ مریم سارہ اپنے گھر پر نہیں پولیس اس کو تلاش کر رہی ہے اس کے گھر سے طوطا چرانے کا یہی بہترین موقع ہے۔ میں اس کو چرا کر اس کی جگہ دوسرا طوطا رکھ دینا چاہتا ہوں"
یہ کہہ کر رشکی نے ٹیلی فون اٹھایا اور ایک نمبر ملا کر بولا "ہیلو! کلن خاں! اچھا تو کان

کہو تو دو۔ میں ایک طوطا خریدنا چاہتا ہوں "

(۷)

ایک نیا طوطا خرید کر اپنی کار میں رکھ کر رشکی اپنے دوست پریم کے ساتھ محبوب نگر کی طرف جا رہا تھا۔ انہوں نے اس لمحہ کو غور سے ملحوظ خاطر رکھا کہ کوئی شخص ان کے تعاقب میں تو نہیں۔ ادھر اُدھر بہت سے خواہ مخواہ کے چکر لگا کر آخر کار پریم نے کار کو مریم سہارہ کے مکان کے بیرونی حصہ میں پہنچا اور کار کی لائٹیں بجھا دی۔ اس کے بعد وہ بولا "دیکھو رشکی! اب ہی وقت ہے۔ اس جنون سے باز آؤ۔ اگر ہم پکڑے گئے تو کہیں پناہ نہ ملیگی"

"گھبراؤ نہیں میرے مٹی کے شیر! اگر مکان کی خفیہ نگرانی نہیں کی جا رہی ہے تو کوئی خدشہ نہیں "

"اور اگر طوطا کم بخت درمیان میں چیخ پڑا تو۔؟

"اس کا اگر اور تو کا علاج تو مولانا لقمان کے پاس بھی نہیں" رشکی نے کہا "دیکھو مکان بالکل تاریک ہے۔ قریبی مکان میں روشنی ہے باہر سہارہ میں پہونچنا آسان ہے"

یہ کہہ کر رشکی طوطا اور پنجرہ لئے ہوئے اپنی کار میں سے نکلا اور آگے چل کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ برآمدے کے پہلے جو دروازہ تھا اس کو کھولنے میں رشکی کو کوئی دقت نہ ہوئی رشکی زمرد کے پنجرے کے پاس پہونچ گیا۔ پنجرے میں زمرد بالکل نیند میں غرق معلوم ہوتا تھا۔ رشکی نے تیزی سے اپنے نئے خریدے ہوئے طوطے کا پنجرہ لٹکا دیا۔ چند لمحات کے بعد ہی رشکی اپنی کار کے پاس پہونچ گیا۔ زمرد کے پنجرے کو آہستگی سے کار کی لیٹ میں بند کر دیا اور گاڑی میں سوار ہو گیا۔ پریم کو کسی اشارہ کی ضرورت نہ تھی اس نے کار کو اسٹارٹ کر دیا۔ ٹھیک اسی وقت قریبی مکان کا روشن دروازہ کھلا اور مسٹر لوبو دروازے میں نظر آئی۔ لیکن کار بہت آگے نکل چکی تھی۔

(۸)

رشکی جیسے ہی اپنے دفتر میں داخل ہوا اُس کی نظر فیروزہ پر پڑی۔ حیرت زدہ ہو کر بولا۔

"تم یہاں کیسے ۔۔؟"

"میں بہت شرمندہ ہوں" فیروزہ نے جواب دیا "اب آپ کوئی دوسری سیکرٹری رکھ لیجئے۔ میں بالکل اہمق ثابت ہوئی ہوں"

"اس قدر انکساری کیوں ہے؟" رشکی نے کہا "خیریت تو ہے؟"

"جی نہیں" فیروزہ نے نظر جھکا کر شرمندگی سے کہا "وہ عورت ۔۔ مریم سادہ ۔۔ بھاگ گئی ۔۔ مجھے صاف چکمہ دے گئی"

"خوب!" رشکی نے مسکرا کر کہا "یہ کیسے؟"

"اس نے مجھے ایسی ایک کہانی سنائی کہ میرا دل پگھل گیا! ۔۔ دل پگھل جائے تو آدمی اکثر بن ہی جاتا ہے" فیروزہ نے کہا۔

"کونسی کہانی؟" رشکی نے پوچھا۔

"اپنی محبت کی کہانی ۔ بڑی طویل کہانی مگر صداقت اور جذبات سے لبریز۔ اُس نے اپنے بچپن کا افسانہ محبت سنایا کس طرح اس کو ایک خوبرو نوجوان سے محبت ہوئی کس طرح وہ نوجوان روپیہ کمانے کے لئے بمبئی گیا تاکہ واپسی پر شادی ہو سکے ۔ کس طرح وہ لڑکا آوارہ ہو کر واپس آیا اور مریم سادہ سے ناجائز تعلقات کی خواہش کی اس پر مریم سادہ کو مرد کی ذات سے ہی نفرت ہو گئی اور اس نے اپنی زندگی کو کتابوں کے مطالعہ میں غرق کر دیا۔ پھر یکایک اس کی ملاقات نریمان سے ہوئی اور اس کا مضبوط کردار دیکھ کر مریم سادہ کو والہانہ عشق ہو گیا نریمان کو بھی اُس سے عشق ہی تھا۔ مریم سادہ کی زندگی کو کھوئی ہوئی مسرت مل گئی اگرچہ وہ دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ نریمان کے قتل نے اس غریب پر غم کا پہاڑ توڑ دیا ۔"

"اور وہ تم سے فرار کیسے ہوئی؟" رشکی نے پوچھا۔

" بات یہ ہوئی کہ میں اس کو لے کر ایک چھوٹے سے ہوٹل میں پہونچی اور فرضی ناموں سے ہم دو بہنوں کی حیثیت سے وہاں ٹھہر گئیں۔ میں نے اپنی خفیہ کنجی سے دروازہ کا ہمفی قفل مریم سادہ کی نظر بچا کر بند کر دیا تھا۔ رات کے ۱۲ بجے تک وہ مجھے اپنا افسانہ محبت سناتی رہی۔ اس کے بعد ہم سو گئے۔ صبح سات بجے ہم اٹھے تو میں نے دیکھا کہ وہ پورا لباس پہنے کھڑی تھی اور باہر جانا چاہتی تھی اس نے کہا دروازہ بند ہے اس لئے کنجی طلب کی۔ میں نے انکار کیا اور سمجھایا کہ اس کا باہر جانا انتہائی خطرناک ہے۔ پولیس اس کی تاک میں ہے لیکن وہ ضد کرتی رہی کہ اس کا محبوب نگر فوراً جانا ضروری ہے۔ وہاں کوئی چیز بھول آئی ہے۔ میں نے صاف کہدیا کہ اگر وہ باہر گئی تو آپ آئندہ اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے اور بچانے کی کوشش نہ کریں گے۔ آخر میرے کہنے پر وہ ساڑھے نو بجے تک انتظار کرنے پر راضی ہو گئی۔ میری بدقسمتی کہ رات کو جاگنے کی وجہ سے مجھے نیند آگئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو وہ غائب تھی کمرے میں لیٹنے کی طرف ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جس کا میں نے کوئی خیال نہ کیا تھا۔ وہ اسی میں سے باہر نکل گئی "

" دوسری مرتبہ جب تم بیدار ہوئیں تو کیا وقت تھا؟" رشکی نے پوچھا۔

" ساڑھے آٹھ بجے کے بعد کا وقت تھا" فیروزہ نے کہا۔

" پریشان ہونے کی ضرورت نہیں فیروزہ "

رشکی نے کہا " اچھا یہ بتاؤ کچھ تمہیں اندازہ ہے وہ کہاں گئی ہے "

" میرے خیال میں وہ محبوب نگر واپس چلی گئی "

" تب تو اس کی خیر ہے نہیں۔ ہاں پریم نے کیا کیا "

" میں نے ہوٹل کے باہر ادھر ادھر تلاش کیا اور فوراً پریم کو ٹیلیفون کیا کہ وہ اپنے آدمیوں کو محبوب نگر میں مطلع کر دے لیکن پریم اس معاملہ میں کچھ زیادہ دلچسپی

سے رہا تھا۔ اس پر میری اس سے کچھ جھڑپ سی ہو گئی۔

"جی ہاں مجھے افسوس ہے" اچانک پریم نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "میں چاہتا تھا کہ کوئی میرے ٹیلیفون کو درمیان میں سن رہا ہو تو گمراہ ہو جائے۔"

"کہو کیا خبر لائے ہو؟" رشکی نے پوچھا۔

"خبر یہ ہے کہ طلاق نامہ جو تمہیں دکھایا گیا ہے وہ مکمل و قطعی جعلی ہے" پریم نے جواب دیا۔

"تمہیں بالکل یقین ہے؟" رشکی بولا۔

"مسلہ آنے یقین۔ مسز سارہ نے کسی وکیل کی مدد سے یہ جعل ایک لاکھ کی رقم اڑانے کے لئے تیار کرایا ہے۔ عدالت میں کوئی طلاق کا مقدمہ دائر ہی نہیں کیا گیا۔"

"بہت خوب!" رشکی بولا "اس کے معنی تو یہ ہیں کہ ایک لاکھ کی رقم بھی اڑائی گئی اور پھر بھی قانونی طور پر مسز سارہ مسٹر زیمان کی بیوہ ہی رہی اور حد شہ کی حقدار کہو مریم سارہ کی خبر ملی؟"

"کیوں نہیں" پریم نے کہا "مریم سارہ اب جیل میں ہے۔ فیروزہ کا ٹیلیفون پاکر میں نے محبوب نگر میں اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے مریم سارہ کو پکڑ لیں اور اغوا کر لیں۔ لیکن دقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ پولیس اسکے مکان پر پہلے ہی پہونچ گئی اور اس کو گرفتار کر لیا۔ وہ اپنے مکان میں طوطے کو مار ڈالنے۔ کاغذات کو جلانے اور ریوالور کی گولیوں کے ایک بکس کو چھپانے میں مشغول تھی طوطے کی اس نے چاقو سے صاف گردن اڑا دی تھی۔ پولیس نے اس کو کاغذات جلاتے اور گولیوں کے بکس کو چھپاتے ہوئے پکڑا۔ جلے ہوئے کاغذات کی خاک ماہرین کو دے دی گئی ہے۔

"کیا ایسا ممکن نہیں کہ طوطے کا قتل مریم سارہ کی گرفتاری کے بعد ہوا ہو؟"

رشکی بولا۔

" ایسا ممکن نظر نہیں آتا کیونکہ مریم سارہ کو مکان میں پاتے ہی پولیس نے مکان کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا تھا۔ اور کوئی آدمی باہر سے نہیں آسکتا تھا۔ آخر تم ایسا کیوں خیال کرتے ہو؟" ـــــ مریم کے علاوہ اور کون طوطے کو قتل کر سکتا تھا؟ تم کو پہلے ہی شاید معلوم تھا کہ وہ ایسا کریگی۔ اسی لئے تم نے مریم کو مکان سے دور رکھنے کی کوشش کی اور اصل طوطے زمرد کو چرا لیا۔ شاید یہ طوطا ایک گواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیا عدالت میں اس کو گواہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے؟"

" اِن سوالات کو چھوڑو پریم" رشکی نے کہا " بتاؤ تم نے اور کیا کیا؟"

" میں نے یہ معلوم کیا کہ پہاڑی قیامگاہ "آشیانہ" سے نریمان نے کس کس کو ٹیلیفون کیا تھا۔ وہاں سے جتنی بار ٹرنک کال کی گئی تھی اس کا بل میں نے کمپنی سے حاصل کیا۔ ان میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ معلوم ہوئی کہ ڈھاکہ سے بھی بات چیت کی گئی تھی جو یقیناً نریمان نے اپنی بیوی سے کی ہوگی۔"

رشکی نے فیروزہ سے کہا " دیکھو فیروزہ تم فوراً سہراب یا فریدوں کو ٹیلیفون کرو اور بتاؤ کہ میں ان دونوں سے دفتر میں جلد ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اُس نے" پریم سے کہا " پریم اب تمہارا کام یہ ہے کہ یہ معلوم کرو کہ ڈھاکہ میں مسز سارہ نریمان کیا کیا کرتی رہی۔ اس کے علاوہ ٹیلیفون کمپنی سے ٹرنک کال کا وہ بل بھی میں دیکھنے کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہوں"

(۹)

گیارہ بجے کے کچھ دیر بعد ہی فریدوں اور سہراب رشکی کے دفتر میں پہونچ گئے۔ رشکی نے بیٹھتے ہی ان کو بتا دیا کہ زمرد طوطا مریم کے مکان میں تھا۔ اس کے

مکان میں طوطا یا گذشتہ رات یا آج صبح سویرے مار ڈالا گیا۔ پولیس کا خیال ہے کہ مریم سارہ نے طوطے کو مار ڈالا کیونکہ طوطا ہر وقت یہی کہتا تھا "سارہ! سارہ! امت مارہ"

فریدوں نے یہ سُن کر کہا ــــ "اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جب والد کو قتل کیا گیا تو طوطا وہاں موجود تھا اور قتل سارہ نے کیا۔ لیکن سارہ بھی تو وہیں۔ ایک سوتیلی ماں اور دوسری مریم سارہ؟"

"لیکن پہاڑی قیامگاہ میں تو لاش کے پاس دوسرا طوطا پایا گیا تھا" رشکی نے کہا

"جی ہاں! شاید قاتل نے طوطے کو بدل دیا" فریدوں بولا "خیر ایک بات ضروری اور کہنی ہے اور وہ یہ کہ مجھے والد صاحب کا ایک وصیت نامہ ملا ہے۔ میں نے وصیت نامہ کی ضروری باتوں کی نقل کر لی ہے جو یہ ہے" یہ کہہ کر فریدوں نے ایک کاغذ نکالا جس کی عبارت یہ تھی ــــ "چونکہ میں نے اپنی بیوی سارہ سے یہ معاہدہ کر لیا ہے کہ جب وہ طلاق نامہ کی باقاعدہ نقل عدالت سے لے کر پیش کریگی تو اس کو ایک لاکھ روپیہ نقد ادا کیا جائے گا۔ اس لئے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اگر یہ رقم ادا کرنے سے پیشتر میری موت واقع ہو جائے تو میری املاک سے یہ رقم نقد ادا کی جائے لیکن اگر اس رقم کی ادائیگی سے پیشتر میرا انتقال نہ ہو تو پھر میری جائداد میں کسی طرح کا کوئی حق سارہ کو نہیں پہونچتا۔ اس صورت میں میری کل املاک کا حق میرے عزیز بیٹے فریدوں کو اور میرے عزیز بھائی نوشیروان کو پہونچے گا جو کہ شاید میری اس فیاضی سے فائدہ اٹھانا پسند نہ کرے" ــــ یہ پڑھ کر فریدوں نے رشکی سے کہا۔ "مگر والد صاحب کی موت طلاق نامہ کے اجراء سے قبل ہوئی ہے تو کیا اس کا کوئی اثر اس وصیت نامہ پر پڑ سکتا ہے؟"

"نہیں" رشکی نے کہا "مسز سارہ نریمان کو قطعی کوئی حصہ نہیں پہونچتا" یہ کہہ

والد صاحب کے بھائی کون ہیں؟"

"مسٹر نوشیرواں میرے والد کے بڑے بھائی ہیں اور ایک فلسفی قسم کے انسان ہیں۔ والد صاحب کی ذہنیت پر آخری عمر میں ان کا ہی بہت اثر پڑا تھا ــــ ہاں مسٹر رشکی میں چاہتا ہوں کہ والد صاحب کی بیوہ کے لئے کچھ رقم اپنی خوشی سے مقرر کر دوں۔"

"کیا آپ کا مطلب مسز سارہ نریمان سے ہے؟" رشکی نے پوچھا۔

"نہیں ــ مریم سارہ سے ــــ میں اس کو والد صاحب کی قانونی بیوہ سمجھتا ہوں"

"لیکن وہ تو جیل میں ہے اور پولیس اس کو قاتل تصور کرتی ہے"

"جی ہاں!" فریدوں بولا۔ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کا کیا خیال ہے"

"میں مریم سارہ کو ہرگز قاتل نہیں سمجھتا۔ حالات کا شکار ہو گئی ہے وہ۔ بہت سخت حالات بظاہر اس کے خلاف پولیس کے پاس کافی ثبوت موجود ہیں" رشکی نے جواب دیا۔

"مسٹر فریدوں" سہراب بولا "مسٹر رشکی سے مسز سارہ اور چارلس کی بابت وہ بات تو بتلا دیجئے جو آج ....."

"ہاں خوب یاد دلایا تم نے" فریدوں بولا "بات یہ ہے مسٹر رشکی کہ کل رات آپ کے جانے کے بعد مسز سارہ اور چارلس ایک کمرے میں خوب مشورہ کرتے رہے اس کے بعد وہ دونوں چلے گئے اور اب تک واپس نہیں آئے۔ والد صاحب کی لاش مسالا لگی ہوئی رکھی ہے کل دو بجے اس کی آخری رسوم ادا کرنی ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر مسز سارہ کی موجودگی ضروری ہے"

رشکی نے فریدوں کی اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سہراب سے پوچھا "کیا آپ نے انسپکٹر کرتار سنگھ اور انسپکٹر شہباز کو یہ بتا دیا کہ آپ کلکتہ کس کام کے لئے گئے تھے؟"

"میں نے پورا حال نہیں بتلایا"

"کیا آپ نے ان کو یہ بتلایا کہ مسٹر نریمان نے آپ کو رات میں دس بجے ٹیلیفون کیا

تھا؟" رشکی نے کہا۔

"جی ہاں"

"آپ نے یہ بیان دیا ہے کہ ٹیلیفون پر مسٹر نریمان کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت خوش ہے" رشکی نے کہا: "آپ کے خیال میں اس کی وجہ یہی ہوگی کہ نریمان کو اس وقت یقین تھا کہ اس کو مسز سارہ سے طلاق مل جائے گی کیا آپ کو یہ معلوم تھا کہ نریمان صاحب اپنا کچھ وقت محبوب نگر میں گذارتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ انہوں نے کئی مرتبہ مجھے وہاں سے ٹیلیفون بھی کیا تھا" سہراب نے جواب دیا۔

"یہ بات تو مجھے بھی معلوم تھی" فریدوں بولا: "لیکن مجھے یہ علم نہ تھا کہ وہاں فرضی نام کا پس اختیار کر کے مریم سارہ سے شادی کر چکے ہیں"

"مکان میں آپ کے ساتھ کتنے آدمی رہتے ہیں" رشکی نے پوچھا۔

"صرف دو — میں اور مسٹر سہراب" فریدوں نے جواب دیا: "ہمارے علاوہ ایک ملازمہ بھی تھی۔ اور ملازموں کو والد صاحب نے برطرف کر دیا تھا"

"اور طوطا؟" رشکی بولا: "کیا آپ کے والد صاحب اپنے سیر و سفر میں اس کو ساتھ ہی لے جاتے تھے؟"

"زیادہ تر طوطی والد صاحب کے ساتھ ہی رہتا تھا" فریدوں نے جواب دیا: "کبھی کبھی اس کو مسز سارہ کے پاس چھوڑ دیتے تھے جو کہ اس طوطے کو بہت پیار کرتی تھیں"

رشکی نے سہراب سے مخاطب ہو کر کہا: "کیا آپ کے خیال میں مسٹر نریمان کے قتل میں جارلس کا کوئی حصہ ہو سکتا ہے۔؟"

"خود جارلس مسٹر نریمان کو قتل نہیں کر سکتا تھا" سہراب نے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ پیر کی رات میں بس بجے مسٹر نریمان زندہ تھے۔ مجھے ٹیلیفون پانے کے بعد فوراً سہراب کے ساتھ کلکتہ جانا پڑا۔ ہم منگل کے دن سہ پہر کو پہونچ سکے"

"آپ کو مسز سارہ نے طلاق کا جو سرٹیفکیٹ کلکتہ میں دیا وہ جعلی تھا" رشکی نے کہا۔
کیا واقعی؟ سہراب نے چونک کر کہا۔
"جی ہاں" رشکی نے کہا "میں نے عدالتی کاغذات کی چھان بین کرائی ہے۔ ڈھاکہ کی کسی عدالت میں اس قسم کا کوئی طلاق کا مقدمہ دائر نہیں کیا گیا"
"لیکن مسز سارہ نے اصلی طلاق لینے کی بجائے جعلی طلاق نامہ کو کیوں بہتر سمجھا؟" فریدی بولا۔
"اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں" رشکی نے کہا "ایک اغلب وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے مسز سارہ پہلے ہی سے شادی شدہ ہوں اور دھوکہ دے کر آپ کے والد سے شادی کی ہو۔ اس صورت میں اگر ان کا پہلا خاوند زندہ ہے تو آپ کے والد سے ان کی شادی غیر قانونی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں طلاق کا مقدمہ دائر کرنے میں اصلی بھانڈا پھوٹنے کا ڈر تھا۔"

اس وقت اچانک پریم کمرے میں داخل ہوا۔ فریدیوں اور سہراب نے اجازت چاہی اور جب دونوں جا چکے تو پریم بولا "ٹیلیفون کے دفتر میں ٹرنک کال کے تمام بل دیکھنے سے پتہ چلا ہے کہ نریمان کی پہاڑی فیا مسگا "آشیانہ" سے آخری کال ۵ تاریخ کو پیر کے دن سہ پہر میں ۴ بجے کے قریب دی گئی۔ سہراب کہتا ہے کہ دس بجے رات کے قریب نریمان نے اس کو کسی اور جگہ سے فون کیا کیونکہ "آشیانہ" والا فون خراب ہو گیا تھا۔ سہراب کو نریمان کے فون کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ۴ بجے اور ۱۰ بجے کے درمیان نریمان کو کلکتہ سے یہ اطلاع ملی کہ طلاق کا معاملہ تیار ہے۔ اسی اطلاع کے بعد نریمان نے سہراب کو کلکتہ جانے کا حکم دیا۔ اگر ۴ بجے اور ۱۰ بجے کے درمیان فون خراب تھا تو کلکتہ سے نریمان کو یہ اطلاع کیسے ملی؟ ٹیلیفون سے تو مل سکتی نہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص ضرور نریمان کے پاس آیا ہو گا"

"نہیں" رشکی نے کہا: "اگر دس بجے فون خراب تھا تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ۴ بجے کے بعد خود بخود ہی خراب ہو گیا تھا اور ۱۰ بجے تک خراب رہا۔ اس کے علاوہ وہ جنگل میں خفیہ تار جو لگا ہوا پایا گیا اس کو نہ بھولو۔ اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ آشیانہ کا ٹیلیفون ٹھیک تھا جس پر زیمان کو کلکتہ سے اطلاع ملی۔ خفیہ تار لگانے والے نے پولیس کوٹھری میں ٹیلیفون کی یہ خبر سنی ہو گی اور آشیانہ کے ٹیلیفون کو خراب کر دیا۔ تاکہ زیمان کوئی کام نہ کر سکے۔"

"بات تو ٹھیک کہتے ہو یار" پریم بولا "خیر اب اتنا اور سن لو کہ آخری ٹرنک کال ۴ بجے کی گئی اس میں زیمان نے کرشن کمار سے بات کی تھی اور یہ شخص مشتبہ کاغذات کا معائنہ کرنے کا ماہر ہے"

رشکی کے چہرے پر فکر کے آثار پیدا ہو گئے اور بولا — "تم نے کرشن کمار سے کوئی بات کی؟"

"نہیں" پریم نے کہا: "میرے ایک آدمی نے اس سے پوچھنا چاہا کہ زیمان نے اس سے ٹیلیفون پر کیا کہا تھا۔ لیکن اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ بہتر ہو کہ تم اس سے خود ہی ملاقات کر لو"

"ٹھیک ہے" رشکی بولا۔

(۱۰)

کرشن کمار کے دفتر میں رشکی جب اطمینان سے بیٹھ گیا تو بولا — "آپ مسٹر زیمان کا کوئی کام کر رہے تھے کیا آپ بتا سکتے ہیں وہ کیا کام ہے؟ مسٹر فریدوں کی طرف سے یہ سوال کر رہا ہوں کیونکہ مسٹر فریدوں اب اپنے باپ کے جانشین ہیں"

"مسٹر فریدوں ہوں یا کوئی اور — میں کچھ بتا نہیں سکتا۔ میرے پیشے کا یہ اصول ہے کہ میں کسی کا راز ظاہر نہیں کرتا۔"

"تو آپ پھر کس کو راز بتا سکتے ہیں؟" رشکی نے پوچھا۔

"کسی کو بھی نہیں"

"خوب!" رشکی نے کہا "لیکن مسٹر فریدوں نے مجھے آپ کو یہ اطلاع دینے کی ہدایت کی ہے کہ آپ نے مسٹر نریمان کا جو کام کیا ہے اس کی فیس آپ بہت زیادہ مانگ رہے ہیں"

"لیکن میں نے تو ابھی کوئی بل پیش نہیں کیا" کرشن کمار بولا۔

"اس سے مجھے کوئی غرض نہیں۔ فریدوں نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا وہ میں آپ کو بتا چکا۔ ان کا خیال ہے کہ آپ کے ہم پیشہ دیگر لوگوں سے مشورہ کیا جائے کہ اس قدر کام کی کیا فیس مناسب ہو سکتی ہے۔ پھر چونکہ فریدوں صاحب اب جائداد کے منتظم ہیں اس لئے ان کی منظوری کے بغیر کوئی رقم آپ کو ادا نہیں ہو سکتی"

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟" کرشن کمار بولا۔

"جی نہیں صرف دوستانہ مشورہ" رشکی نے جواب دیا اور اس کے بعد محض اندھا تیر لگاتے ہوئے بولا "تین نہیں تین ہزاروں کی رقم بہت ہوتی ہے مسٹر کمار"

"میرے خیال میں تو ایک ہزار معقول رقم ہے۔ پھر کام بھی تو معمولی نہ تھا۔ میں نے ایک طرح نریمان کی نہیں بلکہ نریمان کی جائیداد کی خدمت کی ہے"

"لیکن جب تک آپ کام کی نوعیت نہ بتائیں اس وقت تک کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے" رشکی نے کہا۔

کرشن کمار چکر میں پھنس گیا اور چند لمحات سوچ کر بولا "آپ نے مجھے بڑی دشواری میں ڈال دیا ہے۔ بہر حال سنئے" یہ کہہ کر کرشن کمار نے ایک فائل کو کھولا اور بولا "سہراب صاحب مسٹر نریمان کے سیکرٹری تھے۔ ان کو پانچ ہزار تک کے چیک پر نریمان کی طرف سے دستخط کرنے کے اختیارات حاصل تھے۔ اس سے زیادہ رقم کے چیک پر خود نریمان کے دستخط ہونے ضروری تھے۔ یہاں اس فائل میں میرے پاس سولہ ہزار پانچسو روپیہ کے جعلی

چیک موجود ہیں۔ یہ کل تین چیک ہیں اور ہر ایک چیک پانچ لاکھ سے زیادہ رقم کا ہے۔ ان تینوں پر نریمان کے دستخط ہیں لیکن جعلی ہیں۔ جعل اتنی ہوشیاری سے بنایا گیا کہ بنک والے بھی دھوکہ کھا گئے۔ مسٹر نریمان نے جب اپنا بینک کا حساب دیکھا تو ان جعلی چیکوں کو پکڑ لیا"

"لیکن سہراب نے ان کو کیوں پکڑا؟" رشکی نے کہا۔

"اس لئے کہ نریمان کی یہ عادت تھی کہ اپنے سیکرٹری کو مطلع کئے بغیر چیک جاری کر دیتا تھا۔ اس جعل کو پکڑنے کے بعد نریمان نے سہراب کو بھی مطلع نہ کیا کیونکہ وہ اس بات کو خاندانی راز سمجھتے تھے"

"خاندانی راز سے آپ کا کیا مطلب ہے؟" رشکی نے دریافت کیا۔

"اس سلسلے میں خود نریمان کے ایک خط کا کچھ حصہ سناتا ہوں ـــ انہوں نے لکھا تھا۔ "میں اپنے سوتیلے بیٹے چارلس کی تحریر کا نمونہ بھیج رہا ہوں تاکہ آپ جعلی چیکوں کے دستخطوں سے اس کا موازنہ کر کے کوئی نتیجہ اخذ کر سکیں۔ لیکن چونکہ یہ ایک خاندانی راز ہے۔ اس لئے آپ کو انتہائی رازداری کی ضرورت ہے۔ جیسے ہی آپ کسی نتیجہ پر پہونچیں مہربانی کر کے مجھے بذریعہ ٹیلیفون مطلع کریں۔ میں کم از کم ۵ تاریخ کو یعنی پیرس کے دن تک ضرور اپنی پہاڑی قیام گاہ میں پہونچ جاؤں گا اور چند روز تک وہاں رہوں گا۔

"آپ کس نتیجہ پر پہونچے؟" رشکی بولا۔

"چیک بالکل جعلی ہیں اور جعل ساز نے جو یقیناً نڈر انسان تھا بڑی تیز رفتاری سے دستخط کئے ہیں۔ دستخطوں میں کپکپی کا کوئی نشان نہیں۔ یہ جعلی دستخط چارلس کے بنائے ہوئے ہو سکتے ہیں۔ چیکوں کے پیچھے جو رقم پانے والے کے دستخط ہیں وہ جعلی نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کے نام فرضی ہوں"

"ان چیکوں کی رقم کس طرح وصول کی گئی؟" رشکی نے کہا۔

"چیکوں کو مختلف بنکوں کے ذریعہ کیش کیا گیا۔ وصول کرنے والوں نے پہلے اس بینک

میں فرضی ناموں سے حساب کھولا۔ پھر چیک کی رقم جمع کرائی اور اس کے بعد کل رقم بنک سے نکال لی" کرشن کمار نے کہا۔

"آپ کے خیال میں یہ چالاکی کا کام نہیں"

"رقم وصول کرنیوالوں کے دستخط اس کے منائے ہوئے ہیں۔ چیک پر نریمان کے جعلی دستخطوں کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا"

"آپ نے یہ اطلاع نریمان کو کب دی؟"

"۲ ستمبر کو جمعہ کے دن۔ اس دن وہ بمبئی میں ہی تھا اور مجھ سے ملنے آئے تھے"

"پھر کیا ہوا؟" رشکی نے پوچھا

"نریمان صاحب یہ کہہ کر چلے گئے کہ وہ معاملہ پر غور کریں گے اور بعد میں اپنے فیصلہ سے مطلع کرینگے۔ ۵ ستمبر کو پیر کے دن ۱۰ بجے کے قریب انہوں نے مجھے اپنی پہاڑی قیامگاہ سے ٹیلیفون کیا اور کہا کہ وہ میرے پاس دستخطوں کے چند اور نمونے بھیج رہے ہیں جن کو دیکھ کر کوئی قطعی نتیجہ اخذ کیا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ نمونے وہ ایک لفافے میں روانہ کر رہے ہیں جو اسی وقت سہ پہر کو روانہ کر دیا جائے گا۔"

"وہ خط آپ کو ملا؟" رشکی نے پوچھا۔

"انہیں بظاہر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ خط ڈاک میں نہیں ڈالا گیا۔ ممکن ہے نریمان صاحب نے اپنا خیال بدل دیا۔ یا ملتوی کر دیا ہو یا شاید کوئی املاک کا بندوبست۔۔۔۔ مگر نہیں میں ذاتی معاملات بیان کرنا نہیں چاہتا۔ آپ خود ہی نتیجہ اخذ کرلیں۔

"شکریہ مسٹر کمار، رشکی بولا" میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی خدمات واقعی جانبداد کے لئے بڑی قیمتی ثابت ہوئی ہیں۔ میں مسٹر فریدوں کو مشورہ دوں گا کہ آپ کی فیس ادا ہو جائے۔ اگر آپ کو فوری طور پر روپیہ کی ضرورت ہو تو میں اپنے طور پر آپ کو ادا کر سکتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ ایک ہزار کا تھا نا؟"

"جی نہیں پندرہ سو روپیہ کا"

"کوئی بات نہیں" رشکی بولا" ــــ اور پندرہ سو روپیہ کا ایک چیک لکھ کر دیدیا۔ کرشن کمار نے ایک لفافہ میں سب جعلی چیک اور نرمیان کے خطوط رکھے اور رشکی کے حوالہ کئے رشکی جانے کے لئے کرسی سے اُٹھا تو جلدی سے کرشن کمار آگے بڑھا اور دروازہ کھول دیا ٹھیک اس وقت رشکی نے سنا باہر سے کوئی عورت یہ کہتی آرہی تھی ــ "مسٹر کمار! کہاں چلے آپ؟ شاید آپ کا یہ خیال تھا کہ میں رقم لے کر واپس نہ آؤں گی۔ لیجئے یہ ایک ہزار کے نوٹ موجود ہیں۔ مہربانی کر کے مجھے رسید اور تمام کاغذات ۔۔۔۔۔۔"

"مسز سارہ!" کرشن کمار بولا" مہربانی کر کے آپ باہر انتظار کریں۔ اسوقت میں اپنے موکل کے پاس ہوں"

مسز سارہ تیزی سے کرشن کمار کے پاس سے گذرتی ہوئی کمرے میں آئی اور رشکی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئی ــــ "تم!" وہ بولی۔

"جی ہاں۔ آپ کا خادم!" رشکی سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

مسز سارہ نے ایک منٹ کرشن کمار سے کچھ پوچھا اور پھر دوڑتے ہوئے رشکی کو آ پکڑا اور بولی "آپ ان کاغذات کو نہیں لے جاسکتے۔ اُن پر میرا حق ہے۔ میں نرمیان کی بیوہ ہوں"

"اس میں ابھی شبہ ہے کہ آپ نرمیان کی بیوہ ہیں یا نہیں" رشکی نے رُک کر کہا۔

مسز سارہ نے غیض آلود نظروں سے رشکی کو دیکھا اور کہا ــ "تم پاگل ہو۔ تم خواہ مخواہ چارلس پر کوئی بات تھوپنا چاہتے ہو۔ تم جعل سازی کا الزام اُس پر لگانا چاہتے ہو۔ مگر اس طرح کام نہ چلے گا۔ لائیے وہ کاغذات میرے حوالہ کیجئے"

"فی الحال میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں" رشکی نے کہا" ممکن ہے میں آپ کو یہ کاغذات

دے دوں تو آپ ان کو کہیں کھو بیٹھیں۔ پھر قاتل کس طرح پکڑا جائے گا"

قاتل تو پکڑا پکڑایا ہے۔ وہ چلا کر بولی۔ "نریمان کو مریم سارہ نے قتل کیا ہے۔ تم خواہ مخواہ چالیس کو پھانسنا چاہتے ہو۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اچھا کیا یہ چیک مجھے دو گے یا نہیں؟"

"نہیں" رشکی نے کہا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت مسز سارہ اُس پر ٹوٹ پڑی۔ رشکی نے آسانی کے ساتھ ایک ہاتھ سے اس کو پیچھے دھکیل دیا اور بولا "اس ڈرامہ سے کام نہیں چلے گا مترمرا"

مسز سارہ بڑبڑاتی ہوئی گرشن کمار کے دفتر کی طرف لوٹ گئی۔ رشکی فوراً ڈاکخانہ میں پہونچا۔ ایک لفافہ میں جعلی چیک اور خطوط بند کئے۔ احتیاط سے اس کو منہ بند کیا اور انسپکٹر ٹھاکر نارائن سنگھ کے پاس محبوب نگر کے پتے پر لفافہ روانہ کر دیا۔

(۱۱)

رشکی کی کار تیزی سے محبوب نگر کی سمت جا رہی تھی۔ کار میں رشکی۔ پریم اور فیروزہ تھیں اور کار کی پشت میں زمرد طوطے کا پنجرہ بند تھا۔ جو کبھی کبھی پکار اٹھتا۔ "سارہ! سارہ! ٹیں۔ ٹیں۔ مت مارو!" محبوب نگر کی بڑی عدالت میں آج مریم سارہ کی پہلی پیشی ہونے والی تھی۔ کسی نہ کسی طرح اس کو بچانا ضروری تھا۔ پریم نے راستے میں بتایا کہ مسز سارہ نریمان کے متعلق جو خیال تھا وہ صحیح ثابت ہوا تھا۔ اس کی واقعی پہلی شادی ایک شخص مسمی رونس سے ہوئی تھی جو ہنوز زندہ تھا اور اس سے طلاق بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ نریمان سے اپنی بدچلن بیوی کی شادی ہونے تک وہ خاموش رہا۔ اس کے بعد اس نے مسز سارہ کو راز فاش کرنے کی دھمکی دے کر روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ چنانچہ کچھ دنوں سے مسز سارہ کا بینک میں روپیہ دھیرے دھیرے کم ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد پریم نے ایک تشویشناک خبر سنائی اور یہ کہ مریم سارہ

کے خلاف ثبوت بہت قوی ہوتا جا رہا تھا چنانچہ پولیس کو ایک گواہ ایسا ملا ہے جو کہتا ہے کہ اس نے مریم سارہ کو ۱۰ ستمبر کے دن دوپہر کے قریب نریمان کی پہاڑی قیام گاہ کے قریب دیکھا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب کہ پولیس کے خیال کے مطابق نریمان قتل کیا گیا۔

یہ لوگ محبوب نگر پہونچتے ہی وہاں کی کوتوالی میں پہونچے اور انسپکٹر ٹکر تار سنگھ سے ملے۔ کرتار سنگھ کا سابقہ رویہ بتا چکا تھا کہ دوسرے پولیس افسروں کی طرح وہ رشکی سے خواہ مخواہ کی پرخاش نہیں رکھتا تھا۔ رشکی نے اس سے درخواست کی کہ وکیل کی حیثیت سے اس کو مریم سارہ سے ملنے کی اجازت دی جائے۔ کرتار سنگھ نے اس کو منظور کر لیا۔ تنہا رشکی کو مریم سارہ سے ملنے کی اجازت ملی۔ رشکی کو جیل کے دفتر میں ایک علیحدہ کمرے میں بٹھا دیا گیا اور کچھ دیر بعد مریم سارہ کو اسی کے پاس لایا گیا۔ جب دونوں تنہا رہ گئے تو رشکی نے کہا ــــ "بتائیے آپ نے یہ کیا کیا؟"

"مسٹر رشکی" مریم سارہ نے مایوسی سے کہا "مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اب آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ جس سے مجھے دنیا میں محبت تھی وہ مر چکا۔ پولیس مجھ پر اس قتل کا الزام لگا رہی ہے۔ مجھے کوئی افسوس نہیں۔ میں خود اپنی زندگی کا خاتمہ چاہتی ہوں"

"آپ مس فیرنڈہ کے پاس سے کیوں فرار ہوئیں؟" رشکی نے کہا۔

"صرف اس لئے کہ میں اپنے ــــ اپنے شوہر کے خطوط جلا دینا چاہتی تھی" مریم سارہ نے قدرے کانپتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ ۱۰ ستمبر کو دوپہر کے قریب کیوں پہاڑی قیامگاہ کے پاس گئی تھیں؟"

"صرف اس لئے کہ اس جگہ سے مجھے محبت تھی۔ وہاں میں نے اپنی زندگی کے چند مسرور ترین رومانی ایام گذارے تھے۔ اگر آپ کو کبھی محبت ہوئی ہے۔ تو آپ میرے

جذبات کو سمجھ سکتے ہیں"

"لیکن آپ نے پولیس کو یہ بات پہلے ہی کیوں نہ بتلائی" رشکی نے کہا۔

"مجھے خوف تھا کہ لوگ میرے پاگل پن کا مذاق اڑائیں گے"

"آپ کو کسی نے وہاں دیکھا تھا؟"

"ہاں۔ سڑک کے موڑ پر ایک کانسٹیبل نے مجھے روک دیا تھا اور کہا تھا کہ میں بہت تیز گاڑی چلا رہی ہوں" مریم سارہ نے جواب دیا۔

"آپ خطوط جلانے کے لئے گھر واپس گئی تھیں یا ریوالور کی گولیوں کو چھپانے کے لئے؟" رشکی نے کہا۔

"جب میں وہاں پہونچی تو میں نے خیال کیا کہ گولیوں کا بکس بھی چھپا دوں تو اچھا ہے" مریم سارہ نے جواب دیا۔

"کیا آپ نے طوطے کو ہلاک کیا ہے؟"

"خدا کی پناہ! — میں نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ بھلا غریب طوطے کی جان لینے سے مجھے کیا فائدہ تھا؟" مریم سارہ نے کہا۔

"لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ وہ طوطا برابر کیارٹ لگاتا رہتا تھا۔

"جی ہاں۔ مگر مجھ پر اس کی کیا ذمہ داری ہے۔ میرے شوہر نے اس کو ۲ ستمبر کو جمعہ کے دن خریدا تھا۔ اس کے علاوہ وہ طوطا پہاڑی قیا مگنا میں تھا ہی نہیں" یہ کہکر مریم سارہ خاموش ہوگئی اور اچانک اس کے صبر و ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ بے اختیار آنسو چھلک آئے اور بولی — "کہئے مسٹر رشکی اب میں کیا کروں! کیا میں عدالت میں تمام سوالوں کے جواب سے انکار کر دوں؟"

"نہیں" رشکی نے جواب دیا "گھبرائیے نہیں۔ آپ سے یہ لوگ خواہ کچھ ہی کیوں نہ پوچھیں آپ پوری بیباکی سے تمام سوالات کا جواب دیں اور اصلی حقیقت سے انحراف نہ کریں

بہر حال سخت ضرورت ہے۔ لیکن اگر آپ سکون و ہوش سے کام لیں۔ تو آپ کی جیت ہوگی"

"آج تو آپ کی باتوں سے سچی ہمدردی کی بو آتی ہے" وہ بولی۔ "کل رات تو آپ کا برتاؤ ایسا نہ تھا۔ آپ کیوں مجھے میرے گھر سے دور رکھنا چاہتے تھے! کیا آپ مجھے پولیس سے دور رکھنا چاہتے تھے؟"

"جی نہیں" رشکی نے کہا "میں آپ کو پولیس سے دور نہیں رکھنا چاہتا تھا بلکہ طوطے کے قاتل سے دور رکھنا چاہتا تھا"

"آپ کا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے پورا اندیشہ تھا کہ کوئی مشخص طوطے کو قتل کرنا چاہے گا۔ اگر آپ گھر پر ہوتیں تو — تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ طوطے کو ہلاک کرنے والا ایک انسانی قتل پہلے ہی کر چکا تھا۔ دوسرے قتل میں اسے کوئی پس و پیش نہ ہوتا۔ پھانسی تو صرف ایک بار ہی ہو سکتی ہے"

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ کوئی مشخص طوطے کو ہلاک کرے گا؟" مریم سارہ بولی۔

"میرے کان میں ایک فرشتہ نے کہا تھا" رشکی نے مسکرا کر کہا "کہئے آپ اب عدالت کے معرکہ کے لئے تیار ہیں۔

"میں کوشش کروں گی"

(۱۲)

عدالت تماشائیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ ایک طرف جیوری کے لوگ بیٹھے تھے اور دوسری طرف صدر میں مجسٹریٹ تھا۔ باوجود مجمع کے عدالت میں خاموشی تھی۔ یکایک جج نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا۔

"مقدمہ کی سماعت سے پیشتر مجھے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ عدالت کھسی کو لمبی چوڑی تقریروں کی اجازت نہ دے گی۔ اس کے علاوہ اس عدالت کا کام صرف اتنا ہے کہ یہ

معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ مسٹر نریان کا قتل کس نے کیا اور کیسے۔ اس کے بعد مقدمہ بالائی عدالت کے سپرد کر دیا جائے گا۔ ہمیں صرف اپنی رائے دینی ہے کسی پر کوئی قطعی فرد جرم عائد کرنا نہیں ہے۔ عدالت کی کارروائی میں اس نکتے کے بیان سے شروع کرنا چاہتا ہوں جس نے سب سے پہلے نریان کی لاش کو دیکھا رام پال کو طلب کیا جائے۔"

رام پال آگے آیا۔ گنگا جل اٹھانے کے بعد اس نے اپنا نام اور پتہ وغیرہ بتایا۔

"تم نے لاش کو سب سے پہلے دیکھا؟ مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"جی ہاں"

"کہاں۔

"پہاڑی قیامگاہ آسٹیانہ میں۔

"تم نے نریان کی لاش کو کب دیکھا؟" مجسٹریٹ بولا۔

"۱۱ ستمبر کو اتوار کے دن"

"کس وقت"

"سہ پہر میں تین اور چار بجے کے درمیان"

"تم وہاں کیسے اور کیوں پہونچے؟"

"میں اپنے گھر کی طرف واپس جا رہا تھا۔ چونکہ مچھلی کے شکار کا سیزن شروع ہونے کو تھا اس لیے میں نے خیال کیا کہ نریان ضرور آسٹیانہ میں ہوگا۔ اتنے میں ہی طوطے کی آواز آئی۔ میں نے سمجھ لیا کہ نریان بھی وہیں اندر موجود ہے۔ مکان کی کھڑکیاں سب بند تھیں اور موٹر کا گیراج مقفل تھا۔"

"طوطا کیا کہہ رہا تھا؟" مجسٹریٹ بولا

"طوطا کسی کو اُلو کا پٹھا کہہ رہا تھا اور کھانے کو مانگ رہا تھا" رام پال مسکرا کر بولا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"میں نے موٹر گیراج کے دروازے کے ایک سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا تو یمان کی کار وہاں موجود تھی۔ پس میں نے مکان کے دروازے پر دستک دی جب کوئی جواب نہ آیا تو میں نے کھڑکی کا ایک پٹ توڑ ڈالا۔ وہاں مجھے فرش پر ایک انسانی جسم پڑا ہوا نظر آیا۔ میں اندر پہنچا۔ لاش بہت حد تک مری ہوئی نظر آتی تھی۔ فرش پر طوطے کے لئے کچھ کھانا موجود تھا۔ اور ایک پیالی جس میں پانی تھا مگر اب خشک ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً پولیس کو ٹیلیفون کر دیا۔"

"وہ لاش کس کی تھی؟" ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نصرت نے مجسٹریٹ کی اجازت سے سوال کیا۔

"وہ لاش بلاشبہ تریان کی تھی۔ حالانکہ وہ کافی بگڑ گئی تھی۔ پھر بھی اس کا پہچاننا آسان تھا" رام پال بولا۔

رام پال کے بعد انسپکٹر پولیس کرتار سنگھ کو پیش کیا گیا۔ عدالت نے پوچھا:

"جب آپ مسیانے میں پہنچے تو آپ نے کیا دیکھا؟"

"لاش فرش پر اپنے بائیں پہلو پر پڑی ہوئی تھی" انسپکٹر کرتار سنگھ نے کہا "بایاں بازو آگے پھیلا ہوا تھا اور انگلیاں سختی سے بند تھیں۔ دایاں بازو جسم کے اوپر تھا۔ کھڑکیوں پر کسی قسم کے نشانات نہ تھے۔ کمرے کے دروازے میں ایک ایسا قفل پڑا تھا۔ جو دروازے کے باہر سے کھینچ کر بند کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے قاتل نے باہر نکل کر دروازہ بند کیا اور کھینچ کر قفل بھی بند کر دیا۔ ہم نے طوطے کو پنجرہ میں بند کر لیا۔ لاش کی جگہ پر چاک سے اس کی جگہ کا نشان بنایا۔ ریوالور کی جگہ نشان بنایا۔

کپڑوں کی تلاشی لی اور لاش کے چند فوٹو لئے۔"

"آپ کے پاس فوٹو موجود ہیں؟" مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ موجود ہیں۔" یہ کہہ کر کرتار سنگھ نے فوٹو مجسٹریٹ کے حوالہ کئے اور جج نے یہ کہہ کر کہ یہ فوٹو جوری کے لوگوں کو بعد میں دکھائے جائیں گے کرتار سنگھ سے اپنا بیان جاری رکھنے کو کہا۔ کرتار سنگھ نے جو کچھ چیزیں وہاں پائی تھیں ان کی فہرست سنائی۔ ناشتہ کا بچا ہوا حصہ۔ دوپہر کے کھانے کا حصہ مچھلیاں اور مچھلی کے شکار کا سامان۔ ریوالور وغیرہ اس نے بتایا کہ جس میں گولیوں کے دو نشان ٹھیک دل کے نیچے موجود تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ریوالور سے دو گولیاں ایک دم چلائی گئی تھیں۔ یہ ریوالور پرانی قسم کا تھا جس میں صرف دو ہی گولیاں چل سکتی تھیں۔ میز کے پاس پڑے جوتے تھے جن پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ چارپائی کے پاس میز پر ایک الارم گھڑی تھی جو دو بجکر ۴۵ منٹ پر بند ہو گئی تھی۔ الارم کی سوئی ساڑھے پانچ بجے پر لگی ہوئی تھی اور اس کی پوری چابی خالی تھی۔ لاش صرف نیکر، قمیض اور سوئیٹر میں ملبوس تھی۔ پاؤں میں اون کے موزے اور سلیپر تھے۔ اس کے بعد کرتار سنگھ نے ٹیلیفون کے اس خفیہ تار کا حال بتایا جو نزدیک ہی ایک پوشیدہ کوٹھری تک گیا تھا اور رشکی کی مدد سے معلوم ہوا تھا۔

"کیا مریم سادہ نے آپ کے سامنے کوئی بیان ریوالور کے متعلق دیا؟" مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ لیکن صرف آج ہی۔"

"کیا وہ بیان اس نے اپنی مرضی سے دیا۔؟"

نصرت نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ اس نے بتایا کہ اس نے وہ ریوالور اپنے شوہر کے کہنے سے لائبریری کے عجائب گھر سے حاصل کیا تھا اور کچھ گولیاں بھی خریدی تھیں۔ یہ دونوں چیزیں

اُس نے سہ پہر کو اتوار کے دن اپنے شوہر کو دی تھیں"

"کیا اُس نے یہ بتایا کہ اُس کا شوہر کون تھا؟" نصرت بولا۔

"ہاں اُس نے یہ بتایا کہ اُس کا شوہر نریمان ہے"

"کوئی سوال آپ کرنا چاہتے ہیں؟" مجسٹریٹ نے تشکی سے پوچھا۔

"نہیں" رشکی بولا۔

اس کے بعد مریم سارہ کو حاضر کیا گیا۔ حلف اُٹھانے کے بعد جب وہ کھڑی ہو گئی تو نصرت بڑے جوش کے ساتھ اس سے جرح کرنے کے لئے اُٹھا اور بولا:

"تم نے وہ ریوالور عباسی سے حاصل کیا تھا؟"

"جی ہاں" مریم سارہ نے کہا۔

"آپ نے کیوں ایسا کیا؟" نصرت بولا

"میرے شوہر نے مجھ سے ایک ریوالور لانے کو کہا تھا۔

"تو آپ نے ریوالور بازار سے خرید کیوں نہیں؟"

"میرے شوہر نے بتایا کہ ریوالور کی فوری ضرورت تھی اور بازار سے لینے میں لائسنس کا جھگڑا تھا"

"کیا اُس نے بتایا کہ اُس کو ریوالور کی کیا ضرورت تھی؟"

"نہیں"

"آپ کو معلوم تھا کہ ریوالور کو اس طرح لینا چوری میں شامل تھا" نصرت بولا۔

"میں چوری نہیں کر رہی تھی۔ صرف مستعار لے رہی تھی"

"کیا نریمان نے ریوالور واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا؟"

"ہاں"

"تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ نریمان نے دانستہ آپ سے اس ریوالور کو

چراکر لانے کی درخواست کی جس سے وہ قتل کیا گیا؟ نصرت بولا۔

"اس سوال کا جواب نہ دیجئے۔ مریم سارہ صاحبہ" رشکی بولا "آپ صرف واقعات بتلائیں اپنے خیالات نہیں"

"میں عدالت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ مریم سارہ اس سوال کا جواب دے" نصرت بولا۔

"آپ مریم سارہ سے صرف واقعات پوچھ سکتے ہیں" مجسٹریٹ بولا۔

"خیر جانے دیجئے۔ ہاں طوطے کی بابت بتائیے" نصرت شرمندہ سا ہو کر بولا۔

"آپ کا مطلب زمرد سے ہے؟" مریم سارہ نے کہا۔

"ہاں"

"اس کو نریان نے خریدا تھا"

"کب؟"

"۲ ستمبر کو جمعہ کے دن"

"اس کے بعد طوطا آپ کے پاس رہا؟" نصرت نے پوچھا۔

"ہاں"

"اچھا آپ ۳ ستمبر کو کہاں تھیں" نصرت بولا۔

"اپنے شوہر کے ساتھ رام گڈھ میں۔ ہم ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے"

"اس وقت نریان کے پاس وہ ریوالور موجود تھا؟"

"مجھے ٹھیک معلوم نہیں" مریم سارہ نے کہا۔

"۴ ستمبر کو آپ کہاں تھیں؟"

"دن کا کچھ حصّہ میں نے لائبریری میں گذارا اور پھر میں پہاڑی قیامگاہ آشیانہ کی طرف چلی گئی"

"آپ نے وہاں کیا کیا؟"

"کچھ نہیں ادھر اُدھر گھومتی رہی۔"

"کیا وقت تھا وہ؟" نصرت بولا۔

"تقریباً دن کے گیارہ بجے ہوں گے۔

"اُس وقت مکان کی کیا حالت تھی۔ کیا آپ نے کوئی طوطا وہاں بولتے سنا؟"

"کھڑکیاں دروازے سب بند تھے میں نے طوطا بولتے نہیں سنا۔"

"میرے خیال میں اب مریم سارہ نے سب کچھ ضروری واقعات بتلا دیئے ہیں۔ لہٰذا مزید سوالات کی ضرورت نہیں" رشکی بولا۔

"جی نہیں" نصرت چمک کر بولا "میں مریم سارہ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے گھر میں جو طوطا تھا اس کو کس نے ہلاک کیا۔

"مجھے معلوم نہیں" مریم بولی۔

کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ طوطے کو مار ڈالنے کے لئے ہی گھر واپس آئی تھیں؟"

"جی نہیں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ طوطا مر گیا ہے۔ یہ بات مجھے انسپکٹر کرتار سنگھ نے بتائی۔"

نصرت نے ایک کپڑے میں چھپا ہوا طوطے کا پنجرہ نکالا اور اسکو مریم سارہ کے سامنے آگے بڑھایا۔ طوطے کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی اور اس کا سر غائب تھا۔ نصرت نے کہا۔ "مریم سارہ! کیا یہ بھیانک حرکت تمہاری نہیں؟"

مریم سارہ کا دماغ چکرا گیا وہ بولی "مجھے چکر آ رہا ہے۔ مہربانی کر کے یہ نظارہ میری آنکھوں سے دور کر دیجئے۔۔۔۔"

نصرت فاتحانہ شان سے بولا "قاتل ہمیشہ اپنے کرتوت کو دیکھ کر چلا اُٹھتا ہے"

"ہرگز نہیں" رشکی بولا "آپ اس مصیبت زدہ کمسن عورت کی قوتِ برداشت پر

ظلم کر رہے ہیں۔ گذشتہ ۲۴ گھنٹے میں اس پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ اس کے سامنے ایسا بھیانک منظر پیش کر کے آپ اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"میرا یہ مقصد نہیں تھا۔" نصرت مسکرا کر بولا

"پھر آپ کیا چاہتے تھے؟" مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"میں صرف یہ چاہتا تھا کہ مریم سارہ اس طوطے کو شناخت کرے جو اس کے شوہر نے اسکو ۲ ستمبر کو دیا تھا۔"

"کیا میں ایک سوال کر سکتا ہوں" رشکی نے مجسٹریٹ سے استدعا کی۔

مجسٹریٹ نے سر کے اشارے سے اجازت دی تو رشکی نے کہا۔ "مریم سارہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ ذاتی خود کو سنبھال کر غور سے اس طوطے کو دیکھیں اور بتائیں کہ کیا یہ وہی طوطا ہے جو آپ کا شوہر لایا تھا؟"

مریم سارہ نے بڑی ہمت کر کے طوطے کی طرف دیکھا اور بولی "جی نہیں۔ اس طوطے کے دائیں پاؤں کا ایک ناخن غائب تھا۔ لیکن اس مردہ طوطے کے سب ناخن موجود ہیں۔ یہ وہ طوطا نہیں"

رشکی نے پریم کی طرف اشارہ کیا اور پریم نے کپڑے میں ملفوف ایک دوسرا پنجرہ آگے بڑھا دیا۔ رشکی نے کپڑا اٹھا کر مریم سارہ کے سامنے پنجرہ کیا اور بولا "یہ کون سا طوطا ہے؟"

"یہ تو۔۔۔ یہ تو زندہ ہے" مریم بولی "لیکن انسپکٹر کرتار سنگھ نے کہا تھا کہ زندہ مر گیا!"

"اچانک طوطا بول اٹھا۔۔۔" سارہ! سارہ!! میں ہوں۔ مت مارو! سارہ! ایڈم بولی "بے شک یہی زندہ ہے"

نصرت نے فاتحانہ انداز سے کہا "طوطا صاف طور پر مریم سارہ کو قاتل گردان رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں عدالت طوطے کے یہ الفاظ نوٹ کرلے"

"تو کیا طوطے کو اپنا گواہ بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں؟" جج مسکرا کر بولا "اگر ایسا ہے تو پہلے اس سے حلف بھی اٹھوائیے اور مجھے اس سے جرح کرنے کی بھی اجازت دیجئے"

"میں طوطے کو گواہ نہیں بنا رہا ہوں" نصرت جھینپ کر بولا "طوطے نے چند الفاظ ادا کئے ہیں جو بہت اہم ہیں۔ میں چاہتا ہوں عدالت ان کو نوٹ کرلے"

"طوطے کے ان الفاظ کو نوٹ کر لیا جائے" مجسٹریٹ نے حکم دیا۔

نصرت کے چہرہ پر پھر فتح کی چمک پیدا ہوئی اور وہ بولا "مریم سارا! اگر یہ درست ہے تو پھر وہ طوطا آپ کے گھر میں کہاں سے آیا۔ جو ہلاک کیا گیا؟"

"مجھے بالکل معلوم نہیں"

اس کے بعد جج نے مسز سارہ نریمان کو طلب کرنا چاہا لیکن معلوم ہوا کہ ان پر سمن تعمیل نہیں ہو سکا۔ اس کے لڑکے چارلس کا بھی کوئی پتہ نہیں تھا صرف سہراب موجود تھا جس نے سمن لیا تھا۔ اس حالت میں جج نے انسپکٹر شہباز کو طلب کیا اور بولا "انسپکٹر صاحب آپ کو خاص طریقہ پر قتل کے واقعات کی سراغرسانی کی ٹریننگ ملی ہے۔"

"آپ اپنی ٹریننگ سے ہمیں فائدہ پہونچائیے"

انسپکٹر شہباز نے کہا "سب سے پہلے مجھکو اس قتل سے سابقہ اس وقت پڑا جبکہ باش کے کمرے میں پائی جانے والی مچھلیاں سائنس کے دارالعمل میں جانچ کے لئے بھیجی گئی تھیں۔ مچھلیاں کافی خراب ہو چکی تھیں لیکن تجربہ گاہ میں میرے سامنے ان کی جانچ کی گئی تو معلوم ہوا کہ ان کو پوری طرح صاف نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ صرف پیٹوں میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ اصل واقعہ کی نسبت مجھے یہ کہنا ہے کہ مریم سارہ

بالکل صاف طور پر اپنے شوہر کی قاتل ثابت ہوئی ہے۔ قاتل کا کوئی مقصد ہوتا ہے مریم سارہ کے پاس قتل کرنے کا بہت بڑا مقصد موجود تھا۔ اس کے شوہر نے فرضی نام سے اسکو دھوکا دیکر شادی کی حالانکہ اس کی پہلی بیوی زندہ موجود تھی۔ مریم سارہ کو یہ معلوم ہوا تو وہ غیض سے بے قابو ہوگئی اور شوہر کو گولی سے ہلاک کر دیا۔ دوسرے قتل جس ہتھیار سے ہوا ہے وہ مریم سارہ سے متعلق ہے۔ یہ عذر بالکل غلط اور لغو ہے کہ اس نے وہ ریوالور اپنے شوہر کو دیدیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ خودکشی ہوتی حالانکہ واقعات بتا رہے ہیں کہ یہ خودکشی ہرگز نہیں۔ کیونکہ لاش جس طرح فرش پر گری تھی اسی حالت میں پائی گئی اور نہ صرف یہ کہ ریوالور لاش سے کافی فاصلہ پر پایا گیا بلکہ یہ بھی کہ ریوالور پر انگلیوں کا کوئی نشان نہیں ملا۔ تیسری بات یہ کہ خود مریم سارہ نے تسلیم کیا ہے کہ وہ ٹھیک اس وقت آشیانہ کے قریب موجود تھی جبکہ قتل کا ارتکاب کیا گیا ہے مختلف سراغوں سے ایک ماہر آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ پستمبر کو منگل کے دن دس بجے کے بعد اور دوپہر سے کچھ پہلے قتل ہوا ہے۔"

"مہربانی کرکے آپ عدالت کو بتلائیں کہ آپ نے قتل کے اس وقت کو کیسے معلوم کیا؟" رشکی بولا۔

"بہت آسانی سے" انسپکٹر شہباز بولا "مچھلی کے شکار کا سیزن ۲ تاریخ کو شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے نریمان ۵ تاریخ کو آشیانہ میں پہونچا۔ ۲ تاریخ کو رات کے دس بجے وہ زندہ تھا کیونکہ اس نے اپنے سیکریٹری سہراب کو ٹیلیفون کیا۔ اس کے بعد ہم کو معلوم ہے کہ وہ سونے کے لئے لیٹا۔ اس نے گھڑی کی چابی دی اور الارم کی سوئی ساڑھے پانچ بجے پر لگائی۔ اس کے بعد وہ اس وقت پر بیدار ہوا شکار کو گیا اور کچھ مچھلیاں پکڑیں موسم اور حالات اور مچھلیوں کی تعداد کا اندازہ لگا کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱/۲ ۹ بجے سے پہلے وہ اتنی مچھلیاں نہ پکڑ سکتا تھا۔ اس طرح ہم جانتے ہیں

کہ وہ دس اور گیارہ بجے کے درمیان واپس لوٹا۔ ناشتہ تو پہلے ہی کر چکا تھا اب اسکو پھر بھوک لگی تھی اس نے کچھ ڈبہ والا کھانا کھایا اس نے بھوک کی وجہ سے فوراً مچھلیوں کو ریفریجریٹر میں بھی نہیں رکھا۔"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ قتل کا وقت دوپہر کے بعد کا نہیں؟" عدالت نے پوچھا"

"لاش صرف نیکر اور ایک سوئیٹر میں ملبوس تھی آشیانہ کے پوسٹ مارٹم کا معائنہ کرنے سے پتہ چلا کہ صبح و شام کو وہاں کے ٹمپریچر میں بہت فرق ہو جاتا ہے۔ گیارہ بجے سے پیشتر وہاں دھوپ کا زیادہ اثر نہیں ہوتا لیکن اس کے بعد مکان تیزی سے گرم ہو جاتا ہے اور شام کے وقت پھر سرد ہونا شروع ہوتا ہے اور رات کو سرد ہو جاتا ہے۔ آتشدان میں آگ روشن کرنے کا سامان تیار تھا لیکن آگ جلائی نہیں گئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شام کا وقت نہ تھا جبکہ وہ قتل ہوا۔ دوپہر سے سہ پہر تک گرمی اسقدر ہوتی ہے کہ سوئیٹر پہننے کی ضرورت ہی نہیں۔ پھر موسم کے ریکارڈ سے معلوم ہوا کہ ۱۰ اور ۱۱ تاریخ کو بہت کافی گرمی تھی پہاڑی کی ڈھلان پر رات میں سردی ہو جاتی تھی اس لیے رات میں آگ کی ضرورت تھی۔"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ نریمان کا قتل ۱۲ تاریخ کے بجائے کسی اور تاریخ مثلاً ۱۱ تاریخ کو نہیں ہوا؟" رشکی نے پوچھا۔

"لاش کی حالت کے معائنہ سے یہ بات صاف ثابت ہو جاتی ہے" شہباز بولا اس کے علاوہ نریمان مچھلی کا بہت شوقین تھا۔ اگر وہ ۱۱ تاریخ کو قتل ہوتا تو کمرے میں ان مچھلیوں کا کوئی نشان ضرور ملتا جو اس نے ۱۲ تاریخ کو پکا کر کھائی ہوتیں۔"

"ٹھیک ہے۔" رشکی بولا لیکن آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آتشدان میں آگ کا سامان تیار تھا مگر آگ روشن نہیں کی گئی۔ اس کے ساتھ آپ نے کہا کہ مچھلیوں کو ریفریجریٹر میں نہیں رکھا گیا۔ میں سوال کرتا ہوں کہ کھانا کھانے کے بعد نریمان کے لئے فطری

کام تو یہ تھا کہ مچھلیوں کو حفاظت کے لئے ریفری جیٹر میں رکھتا لیکن اس نے ایسا نہ کیا بلکہ آگ کا سامان آتشدان میں رکھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

"یہ آگ کا سامان اس نے آتشدان میں گذشتہ رات رکھا ہوگا۔ یقیناً ایسا ہی ہوا ہے" شہباز گڑبڑا کر بولا۔

"اگر گذشتہ رات یعنی ۲۸ ستمبر کو رات میں آگ کا سامان تیار کیا گیا تھا تو آگ روشن کیوں نہیں کی گئی۔ رات تو کافی سرد تھی" رشکی بولا۔

"یہ معمولی سی بات ہے اس پر زیادہ غور نہیں کیا جا سکتا" شہباز پس و پیش سے بولا

"خوب" رشکی نے کہا "اچھا اور سنیئے آپ نے بستر کو دیکھا کہ وہ نہ صرف آراستہ تھا بلکہ چادر بالکل تازہ دھلی ہوئی لگی تھی۔ آتشدان کے قریب میں کوئی دھوبی ہے۔ نہ کوئی لانڈری۔ پھر یہ کیا وجہ ہے کہ بستر کی کوئی میلی چادر مکان میں نہیں پائی گئی جبکہ بظاہر ہے کہ ۲۸ تاریخ کی صبح کو ہی یہ نئی چادر بدلی گئی ہے؟"

"اس کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے" شہباز بولا۔

"جی ہاں۔ کیوں نہیں۔ کیونکہ یہ بھی آپ کے نزدیک ایک معمولی سی بات ہے نا؟ ۔۔۔ اچھا اور سنیئے ۔۔۔ چارپائی کے بالکل نزدیک میز پر الارم گھڑی رکھی ہوئی تھی گھڑی کا الارم پورا بج چکا تھا کیونکہ چابی خالی تھی اب آپ بتائیں کہ جب الارم کو سن کر کوئی شخص بیدار ہوتا ہے تو اس کا پہلا نظری کام کیا ہوتا ہے؟ ۔ یہی نا کہ اگر الارم قریب ہو تو الارم کو بند کر دیتا ہے۔ لیکن اس الارم کو بند نہیں کیا گیا۔ کیوں؟"

انسپکٹر شہباز مکمل دم بخود کھڑا رہ گیا۔

یہ دیکھ کر رشکی بولا "آپ اس کا جواب نہیں دے سکتے تو ۔۔۔ بتائیے کہ نریان کی گھڑی کو ایک بار چابی دیدی جائے تو کتنے گھنٹوں تک چل سکتی ہے؟"

"ہم نے اس گھڑی پر تجربہ کر کے دیکھا تھا"

شہباز بولا "یہ گھڑی ۳۳ گھنٹے ۲۰ منٹ تک چل سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے" رنسکی نے کہا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھڑی کو ۴ بجکر ۲۰ منٹ پر چابی دی گئی ہوگی کیونکہ وہ ۲ بجکر ۵۴ منٹ پر بند ہوئی ہے۔ گھڑی میں ۴ بجکر ۲۰ منٹ پر چابی دی گئی صبح کو یا شام کو؟"

"یقیناً شام کو" شہباز بولا "کیونکہ الارم ساڑھے پانچ بجے بجا"

"ٹھیک ہے" رنسکی نے کہا "اچھا آپ نے اُن تمام ٹرنک کال کا معائنہ کیا ہوگا جو زیمان نے آشیانے سے ٹیلیفون پر کی تھیں اور آپ کو معلوم ہوگا کہ آخری ٹرنک کال زیمان نے سوا چھ میں ۴ بجے کی تھی۔ اور اس وقت اس نے کرشن کمار ماہر نحر یہ سے گفتگو کی تھی۔ آپ نے یہ بھی معلوم کر لیا ہوگا کہ زیمان چند جملی چیک کرشن کمار سے معائنہ کرانا چاہتا تھا۔ اسکو شبہ تھا کہ یہ جملی چیک چارلس نے بنائے ہیں۔ اگر چارلس کو مجرم مان لیا جائے تو بتایئے چارلس کے لئے اس سے زیادہ اور کونسی بات فطری تھی کہ زیمان کو ہلاک کر ڈالے؟"

"لیکن معتبر و مستند گواہوں کے ذریعہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چارلس ۵ تاریخ کی شب میں دس بجے ہوائی جہاز میں کلکتہ روانہ ہوا اور اس کے بعد اس کا ایک ایک منٹ کا ثبوت موجود ہے"

"بے شک" رنسکی نے کہا۔ لیکن انسپکٹر صاحب آپ یہ فرض کیوں کر رہے ہیں کہ قتل ۵ تاریخ کو ہوا۔ کیا ۶ تاریخ کو نہیں ہو سکتا؟"

"ناممکن" شہباز بولا "مچھلی کے شکار کی اجازت ۱۵ ستمبر کو عام طور پر دیگئی۔ زیمان اس سے پہلے جھیل سے مچھلیاں نہیں پکڑ سکتا تھا"

"پکڑ سکتا تھا کا لفظ تو بہت بڑا ہے" رنسکی نے کہا "زیمان ایک شریف آدمی تھا اس لیے وہ بغیر اجازت مچھلی پکڑنا بھی بڑا کام سمجھتا تھا۔ لیکن ایک قاتل کو اس میں کیا

بس وپیش ہو سکتا ہے کہ بغیر اجازت مچھلیاں پکڑ لائے۔"

شہباز سناٹے میں آگیا۔ تمام عدالت میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ سرکی بولا "بات یہ ہے مسٹر شہباز کہ آپ نے پہلے ہی یہ فرض کر لیا کہ مریم سارہ قاتل ہے۔ اس لئے ہر چیز کو اسی روشنی میں دیکھا اور جو چیز آپ کے مطلب کے موافق نظر نہ آئی اُسے معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ اسی طرح آپ نے قتل کے وقت کا بھی غلط اندازہ لگایا۔ ایک غیر جانبدار معمولی عقل کا آدمی بھی یہی نتیجہ نکالے گا جو مجھ ہوگا کہ قتل کی واردات اصل میں ۵ تاریخ کو دن میں چار بجے کے قریب ہوئی۔ قاتل نے یہ سمجھ کر کہ لاش کی خبر پولیس تک پہنچنے میں کچھ مدت ضرور لگے گی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ کیا کہ عام اجازت سے پہلے ہی یعنی ۵ تاریخ کی شام کو خفیہ طریقہ پر مچھلیاں پکڑ لیں اور ان کو لاکر نریان سے کمرے میں رکھ دیا۔ بستر کی چادر بالکل صاف تھی کیونکہ ۵ تاریخ کی رات کو نریان اس پر کیسے سو سکتا تھا جبکہ اسی دن وہ قتل ہو چکا تھا۔ قاتل نے مچھلیاں لاکر رکھیں، اور گھڑی میں چابی بھر کر چلا دیا۔ یہ وقت تقریباً ۶ بجکر ۲۰ منٹ کا تھا کیونکہ گھڑی ۳۲ گھنٹے ۲۰ منٹ چل کر ۲ بجکر ۵۴ منٹ پر بند ہوئی پھر قاتل نے الارم میں چابی دی اور الارم کی سوئی ساڑھے پانچ بجے پر لگا دی الارم جب بجا تو کسی نے اس کو بند نہیں کیا۔ کیونکہ بند کون کرتا۔ کمرے میں نریان کی لاش یہ کام نہ کر سکتی تھی۔ طوطے پر قاتل صاحب اس قدر مہربان تھے اس کی وجہ بالکل یہ ہے کہ اس نے اس طوطے کو بڑی محنت سے چند خاص الفاظ سکھائے تھے۔ وہی الفاظ جو آپ نے ابھی ابھی طوطے سے سُنے تھے۔ آتشدان میں آگ روشن نہیں کی گئی کیونکہ ۵ تاریخ کو دن میں نریان سرچکا تھا۔ رات کو آگ کون روشن کرتا۔ سوئیٹر اس لئے وہ پہنے ہوئے تھا کیونکہ شام ہو رہی تھی اور سردی بڑھ چلی تھی۔ نریان نے قاتل کو مکان میں آنے دیا کیونکہ قاتل کوئی ایسا شخص تھا جو نریان کا جانا پہچانا

آدمی تھا۔ پھر بھی نریان کو دل میں کوئی خطرہ ضرور محسوس ہوتا تھا اور اسی لئے اُس نے اپنی حفاظت کے لئے مریم سارہ سے وہ ریوالور منگایا تھا قاتل کے پاس خود بھی ایک ریوالور تھا جس کو وہ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جب قاتل نے نریان کو پُرانا ریوالور چارپائی کے قریب میز پر رکھا ہوا دیکھا تو اس نے ایک دم یہ سمجھ لیا کہ اس پُرانے ریوالور سے قتل کرنے میں کس قدر بڑا فائدہ تھا بس اُس نے ریوالور اُٹھایا اور اپنا کام کیا بتلیئے انسپکٹر صاحب میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں کیا اعتراض ہے آپ کو؟"

"لیکن چارلس کس طرح قاتل ہو سکتا ہے جبکہ ..... اور ہاں ۵ ستمبر کو دن میں چار بجے نریان کیسے قتل ہو سکتا ہے جبکہ ۵ تاریخ کو رات کے دس بجے اس نے اپنے سکریٹری کو ٹیلیفون کیا تھا؟"

"لیکن اُس نے ٹیلیفون کیا ہی کب تھا؟ یہ سب کچھ آپ صرف سیکریٹری سہراب کی بات کو صحیح ماننے کی بنا پر ہی کہہ رہے ہیں" رنسکی مسکرا کر بولا۔

"تو اس کے معنی تو یہ ہیں ..... جبکہ ....."

"جی ہاں" رنسکی نے کہا۔ اس کی معنی یہی ہیں کہ اصلی قاتل مریم سارہ نہیں بلکہ سہراب ہے؟"

پولیس کے لوگوں نے مڑ کر ایک دم اِدھر دیکھا جہاں سہراب بیٹھا ہوا تھا لیکن جگہ خالی تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ ابھی دو منٹ ہوئے کہ اُٹھ کر کہیں چلا گیا۔

عدالت میں ایک ہنگامہ سا بپا ہو گیا۔ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور پولیس سہراب کے تعاقب میں دوڑ پڑی۔

(۱۳)

"معلوم نہیں آپ نے یہ سب کچھ کیسے معلوم کر لیا؟" انسپکٹر کرتار سنگھ نے پوچھا۔

بہت آسانی سے" رشکی بولا" زمرد طوطا جن خاص الفاظ کی رٹ لگائے ہوئے تھا وہ صرف ایک بار کسی کی زبان سے سُن کر نہیں سیکھ سکتا تھا، یہ بالکل یقینی تھا کہ یہ الفاظ کسی نے اس کو بڑی محنت سے یاد کرائے ہیں۔ اس لئے قاتل وہی ہو سکتا تھا جس کی پہونچ طوطے تک ہو جس نے بہت دنوں تک قتل کا منصوبہ بنایا ہو۔ جو قتل کا الزام مسز سارہ نریمان پر تھوپنا چاہتا ہو۔ کیونکہ یہ یقینی تھا کہ اسکو دوسری سارہ یعنی مریم سارہ کا کوئی علم نہ تھا۔ اس شخص کو یہ علم تھا کہ جب مچھلی کے شکار کا سیزن شروع ہوتا ہے تو نریمان اپنے طوطے کو لیکر پہاڑی قیامگاہ چلا جاتا ہے۔ اس لئے اس نے زمرد کو وہ الفاظ سکھانے شروع کئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص نریمان کے گھر میں ہی رہتا تھا جہاں کہ طوطا موجود تھا۔ قاتل نے قتل کا منصوبہ بنایا تھا وہ نریمان کے اچانک مہر تاریخ کو گھر آنے سے گڑبڑ ہو گیا۔ نریمان نے طوطے کی زبان سے جب وہ الفاظ سُنے تو وہ خوف زدہ ہو گیا۔ یہ ٹھیک اندازہ نہیں کہ اس طوطے کو کیوں بدل دیا۔ ممکن ہے وہ ڈر کر اس طوطے کو منحوس سمجھنے لگا ہو۔ بہرحال یہ یقینی تھا کہ اس کو خطرہ کا احساس ہوا چنانچہ اس نے طوطا بدل دیا اور مریم سائنہ سے ریوالور لانے کو کہا۔ باوجود احتیاط کے نریمان قتل ہو گیا۔ قاتل نے یہ سمجھ کر کہ نریمان کے پاس جو طوطا ہے وہ زمرد ہی ہے اس بات کا خیال و انتظام کیا کہ جب تک نریمان کی لاش کا پتہ چلے طوطا مر نے نہ پائے۔

"یہ بالکل صحیح ہے" انسپکٹر کرتار سنگھ نے تسلیم کیا۔

"نریمان کو خیال تھا کہ جلد ہی اس کو طلاق کا سرٹیفکٹ مل جائے گا۔ دوسری طرف سہراب پہاڑی قیامگاہ کے قریب جنگل میں پوشیدہ کوٹھری میں بیٹھا ہوا وہ تمام باتیں سُن رہا تھا جو نریمان اپنے ٹیلیفون پر کر سکتا تھا۔ کیونکہ اُس نے نریمان کے ٹیلیفون سے ایک تار ملا کر ایک ملحق سلسلہ پیدا کر لیا تھا اور اسے قتل کے منصوبہ کی

کامیابی اس امر پر منحصر تھی کہ سہراب ہوائی جہاز میں اس طرح کلکتہ جائے کہ قتل کے مقررہ وقت پر اس کی موجودگی ثابت نہ ہو سکے جب سہراب نے نریمان کو کرشن کمار سے باتیں کرتے سُنا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ اب پکڑا جائے گا کیونکہ چیک پر جو دستخط بنائے گئے تھے وہ چارلس کی طرز تحریر سے مختلف تھے اور نریمان دوسرے لوگوں کی تحریریں کرشن کمار کے پاس بھیج رہا تھا۔ ان لفافوں میں یقیناً سہراب کی تحریر کا نمونہ بھی شامل تھا اس لئے اس کا پکڑا جانا یقینی تھا۔ میرا خیال ہے سہراب نے قتل کے لئے آٹھ بجے کا وقت مقرر کیا تھا۔ تھوڑی سی مچھلیاں وہ پہلے ہی پکڑ کر لا چکا تھا تاکہ لاش کے کمرے میں رکھے نریمان اور کرشن کمار کے درمیان ٹیلیفون پر جو باتیں ہوئیں ان کو سُن کر سہراب نے فوری اقدام مناسب سمجھا کیونکہ اس سے پہلے کہ نریمان تحریروں کے دوسرے نمونے لفافے میں بند کر کے سپرد ڈاک کرے اسکو قتل کر دینا ضروری تھا۔ اس لئے وہ میز کی سے اپنی کرسی سے نکلا اور سگرٹ بھی اُٹھانا بھول گیا جو میز پر جل رہی تھی۔"

"تو آپ نے پہلے ہی کیوں نہ بتایا۔ ہم سہراب کو گرفتار کر لیتے" کرتار سنگھ بولا

"صرف اس لئے کہ میں سہراب کو دوسرے طریقوں سے اسقدر ڈرانا چاہتا تھا کہ وہ گھبرا کر اپنے خلاف اور زیادہ ثبوت کا سامان پیدا کر دے۔ سہراب کو اچانک یہ محسوس ہوا کہ طوطے کو وہ الفاظ سکھا کر اُس نے فائدے کے بجائے اُلٹا نقصان کر لیا ہے۔ طوطے کے الفاظ سے قتل کا الزام مسز سارہ پر لگ سکتا لیکن مسز سارہ اپنے شوہر کے قتل کے وقت سینکڑوں میل دور تھی جس کا ثبوت موجود تھا اور چارلس بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ سہراب نے سوچا کہ ہر شخص یہی خیال کرے گا کہ طوطے کو یہ الفاظ گھر کے ہی کسی آدمی نے سکھائے ہیں لیکن مسز سارہ اور چارلس تو بہت دنوں سے گھر سے دور رہتے تھے۔ اس کے علاوہ مریم سارہ کی پڑوسن مسز ڈیوڈ کا

بیان اس کا ٹھوس ثبوت تھا کہ زمرد جائے قتل پر موجود ہی نہ تھا۔ اس لیے طوطا جو کچھ کہہ رہا تھا وہ قتل کے منظر کو دیکھ کر نہیں کہہ رہا تھا بلکہ سکھائے ہوئے الفاظ دہرا رہا تھا۔ اس لئے سہراب نے زمرد کے وجود کو خطرناک نہ سمجھا اور اس کو ہلاک کرنے کیلئے مریم سارہ کے مکان میں پہونچا اور اگر میں مریم سارہ کے گھر سے زمرد کو چرا نہ لاتا تو وہ اصلی طوطے ہی کو مار ڈالتا۔ مسز سارہ خود جان پر قتل کا الزام ناممکن دیکھ کر سہراب نے مریم سارہ کو اس میں پھانسنا چاہا لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ طلاق کا سرٹیفکیٹ جعلی تھا تو اس نے خیال بدل دیا۔ مگر مگر.... ٹھہریے.... ٹھیک ہے مسٹر کرتار سنگھ مجھے فوراً رام گڈھ جانا ہے اور مریم سارہ کو بھی میرے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے۔ میں اب سمجھا کہ طوطا کیوں بدل دیا گیا تھا۔ لیکن مجھے تھوڑی سی تفتیش کرنا ہے۔ فوراً یہ

ایک منٹ بعد ہی رنجیت کی کار، فیروزہ اور مریم سارہ کو لئے ہوئے رام گڈھ کی طرف جا رہی تھی راستہ بھر رنجیت کچھ نہ بولا جب یہ لوگ رام گڈھ پہونچے تو رنجیت نے مریم سارہ سے اس ہوٹل کا پتہ پوچھا جہاں وہ اپنے شوہر کے ساتھ ٹھہری تھی ہوٹل میں پہونچ کر یہ تینوں اس کمرے کے پاس پہونچے جس میں کبھی مریم سارہ اور اس کا شوہر قیام پذیر ہوئے تھے۔ رنجیت نے کمرے کے دروازہ پر دستک دی تو اندر سے کسی کے چلنے کی آواز آئی رنجیت نے دھیرے سے مریم سارہ سے کہا "آپ ایک زبردست تجربے کے لیے تیار.... ہو جائیے اور خود کو سنبھال لیجئے۔

اچانک دروازہ کھلا۔ دروازے میں مریم سارہ کا شوہر کھڑا تھا!

"پیارے کاؤس۔ تم...." مریم سارہ کی زبان سے نکلا۔

"کیوں کیا بات ہے سارہ! تم تو اسقدر ڈر رہی ہو جیسے کسی بھوت کو دیکھ رہی ہو" وہ بولا "میں نے تو آج ہی تمہیں ایک خط لکھا ہے۔ کاروبار کے لئے مجھے جگہ مل گئی ہے

(۱۴)

ہوٹل کی آرام دہ کرسی پر اطمینان سے بیٹھا ہوا کاؤس باتیں کر رہا تھا اور اس کی بیوی مریم سارہ۔ رشکی اور فیروزہ غور سے سن رہے تھے۔ وہ بولا۔

"ہاں میں نے اپنا خاندانی نام نوشیرواں صابر بدل دیا تھا اور اس کی جگہ کاؤس رکھ لیا تھا۔ کیونکہ جب میرا چھوٹا بھائی نریمان کھ پتی بن گیا" مجھے بڑی دشواری یہ ہونے لگی کہ لوگ مجھ پر اس کا دھوکہ کھانے لگے۔ میری شکل اُس سے بہت ملتی جلتی ہے اس کے علاوہ جہاں میں جاتا تھا سرگوشیاں ہونے لگتی تھیں۔ کہ یہ کروڑ پتی کا بھائی ہے مجھے یہ بات پسند نہیں۔ میں مادی مال دولت کو بہت اونچی چیز نہیں سمجھتا۔ کچھ دنوں تک نریمان مجھے سنکی دیوانہ سمجھا لیکن کچھ ۔ت کے بعد جب وہ پھر مجھ سے ملنے آیا تو اُس نے حقیقت کی روشنی کو پہلی بار دیکھا اور محسوس کیا کہ صرف دولت کمانا ہی زندگی کی ترقی کی آخری منزل نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد نریمان مجھ سے ذہنی طور پر بھی بہت قریب ہو گیا۔ جب میں نے شادی کی تو کچھ ایام کے بعد نریمان پھر مجھ سے ملنے آیا"

"کیا مسٹر نریمان کو آپکی شادی کا علم تھا" رشکی نے پوچھا۔

"جی ہاں" اُس نے مجھے اپنی پہاڑی قیام گاہ کی کنجیاں دی تھیں کہ میں وہاں اپنی دولہن کے ساتھ قیام کر سکوں" کاؤس نے کہا۔

"میری دخل اندازی کو معاف کیجئے۔ ہاں آپ اپنی گفتگو جاری فرمائیں" رشکی بولا۔

"کوئی مضائقہ نہیں" کاؤس نے کہا۔ "نریمان طوطے کو ساتھ لیکر آیا طوطا بار بار یہ کہتا تھا سارہ بہت خوبصورت ہے" میں طوطوں کی نظر سے خاص واقفیت

رکھتا ہوں۔ میں نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ یہ الفاظ زمرد کو کسی نے بڑی محنت سے سکھائے ہیں اور اس لئے میں نے نریمان کو بتا دیا کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں اس طوطے کا اور زیادہ گہرا مطالعہ کرنا چاہتا تھا تاکہ اس شخص کا کوئی پتہ لگ سکے جس نے طوطے کو یہ الفاظ سکھائے تھے۔ اس طرح میں نے نریمان سے کہا کہ اس کو طوطے کا شوق ہی ہے تو فی الحال دوسرا طوطا خرید لے

"تو کیا خود مسٹر نریمان نے دوسرا طوطا خریدا تھا" رشکی بولا۔

"جی ہاں۔ خود نریمان نے ہی دوسرا طوطا خریدا تھا تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو سکے میں طوطے کا گہرا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس کے بعد میں نے مریم سارہ سے ایک ریوالور منگا کر نریمان کو دیدیا اور نریمان اپنی پہاڑی قیام گاہ پر چلا گیا۔ مجھے یہاں رام گڈھ میں کاروبار کی جگہ تلاش کرنے کے لئے مجبوراً آنا پڑا۔ میں کبھی اخبارات نہیں پڑھتا اس لئے مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔"

"لیکن مجھے خیال ہے کہ اب آپ کو اپنا فلسفۂ زندگی کافی بدلنا پڑے گا" رشکی نے کہا" اب آپ ایک بڑی جائیداد کے وارثوں میں سے ہیں۔"

"کہو سارہ!" کاؤس نے محبت بھری نظروں سے اپنی بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا" جائیداد میں سے کچھ رقم کاروبار کے لئے لی جائے یا نہیں"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں" مریم سارہ محبت سے لبریز آواز میں بولی" میرا تو اب بھی وہی عقیدہ ہے کہ دولت سے مسرت نہیں خریدی جا سکتی۔"

"یہی میرا فیصلہ ہے" کاؤس نے رشکی سے کہا۔

رشکی مسکراتا ہوا آگیا اور کاؤس کے بہت کچھ شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنی مسکراہٹ فیروزہ کو لے کر رخصت ہوا۔ رشکی نے ایک زبردست فتح حاصل کی تھی۔ اس لئے آج وہ بہت خوش تھا۔ اپنی کار میں لگے ہوئے ریڈیو کی سوئی اس نے گھمائی تاکہ

کوئی پُر لطف گانا سُنا جائے لیکن سوئی اچانک ایسے مقام پر رُک گئی جہاں سے یہ اعلان ہو رہا تھا:-

"ملک کے مشہور سراغرساں مسٹر سنکی نے ایک اور شاندار فتح حاصل کی ہے پولیس نے اصلی قاتل سہراب کی تلاش میں کونہ کونہ چھان ڈالا لیکن نہ ملا اور اس کے بعد پولیس کی خوش قسمتی ہے کہ سہراب اسی کوٹھری میں پکڑا گیا جو اس نے زمیان کی پہاڑی قیام گاہ کے قریب بنائی تھی۔ ....."

(حقوق محفوظ ہیں)

ختم شد